ماہنامہ
دختران اسلام
لاہور
مارچ 2024ء

ماں کے حقوق
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
کا خصوصی خطاب

خواتین کے حقوق اور استحصالی رویے

رمضان ماہِ بہارِ قرآن
خصوصی ہدایات برائے معتکفات
شہرِ اعتکاف - 2024

Shaykh-ul-Islam
The Leader & Advocate Of WOMEN EMPOWERMENT

MINHAJ-UL-QURAN WOMEN LEAGUE

Symposium Highlights
Shaykh-ul-Islam - The Leader & Advocate of Women Empowerment

Minhaj-ul-Quran's ideology has been deeply disseminated in the society and at the global level and with the forum of Minhaj-ul-Quran Women League, Shaykh-ul-Islam's vision on women empowerment has been practically presented to the whole world.

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 31 شمارہ: 3 / ۱۴۴۵ھ محرم الحرام/صفر / مارچ 2024ء

زیرِ سرپرستی بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر قرۃ العین فاطمہ

فہرس

اداریہ (دستورِ مدینہ اور خواتین کا حقِ رائے دہی)		04
والدہ کے حقوق	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	06
انسانی خدمت کا قرآنی تصور	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	13
تعلیم و ترقی نسواں اور شاعرِ مشرق	ثناء وحید	21
خواتین کا معاشرتی و اصلاحی کردار	سمیہ اسلام	27
خواتین کے حقوق اور استحصالی رویے	ڈاکٹر نورین روبی	34
حضرت عائشہ صدیقہؓ خواتین کے لیے رول ماڈل	ڈاکٹر انیلہ مبشر	37
اسلام۔۔۔خواتین کے حقوق کا علمبردار	رابعہ فاطمہ	42
بنت حوا (نظم)	حنا رضوی	47
فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	49
رمضان ماہِ بہارِ قرآن	مرتبہ: سارہ عروج	56
الفیوضات المحمدیہ		63
Women as Catalysts for Social & Community (Development)	Hadia Saqib Hashmi	64
خصوصی ہدایات برائے معتکفین و معتکفات شہرِ اعتکاف 2024ء		67

ایڈیٹر

ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر

نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ
ڈاکٹر نبیلہ اسحاق، ڈاکٹر شاہدہ مغل
ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز
مسز حلیمہ سعدیہ، مسز راضیہ نوید
سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم گرافکس: عبدالسلام

فوٹوگرافی

قاضی محمود الاسلام

مجلہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کیے جاتے ہیں

ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا

بدلِ اشتراک

قیمت فی شارہ -/60 روپے

آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ 15 ڈالر

مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ 12 ڈالر

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info | E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللهَ اصْطَفٰکِ وَطَهَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ. یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ. ذٰلِکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ؕ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَکْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا کُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ.

(آل عمران، ۳: ۴۲۔۴۴)

’’اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بے شک اللہ نے تمہیں منتخب کر لیا ہے اور تمہیں پاکیزگی عطا کی ہے اور تمہیں آج سارے جہان کی عورتوں پر برگزیدہ کر دیا ہے۔ اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجا لاتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ (اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں، حالاں کہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم (علیہا السلام) کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ حَيْدَةَ رضی الله عنه قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوْهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ، وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ. رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَأَحْمَدُ.

’’حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، اس کے منہ پر نہ مارو، اُس سے برے لفظ نہ کہو اور اسے خود سے الگ نہ کرو مگر گھر کے اندر ہی۔‘‘

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضي الله عنهما، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، سَوُّوْا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ فِي الْعَطِيَّةِ، فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا أَحَدًا لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ فِي التَّرْجَمَةِ مُخْتَصَرًا.

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تحائف کی تقسیم میں اپنی اولاد میں برابری رکھو اور اگر میں کسی کو کسی پر فضیلت دیتا تو عورتوں کو (یعنی بیٹیوں کو بیٹوں پر) فضیلت دیتا۔‘‘

(المنہاج السوی، ص۷۹۴،۷۹۵)

خواب

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اس کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہ ہو نومید، نومیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
امیدِ مردِ مومن ہے خدا کے رازدانوں میں

(کلیاتِ اقبال، ص:737)

تعبیر

پاکستان کی تعمیر و ترقی اور اس کی معاشی و معاشرتی بہبود صرف پاکستانی مردوں کی ہی نہیں بلکہ پاکستانی عورتوں کی بھی اولین ذمہ داری ہے۔ ہماری عورتیں سمجھ دار اور باشعور ہیں۔

(ریڈیو پاکستان ڈھاکہ، 28 مارچ 1948ء)

تکمیل

اللہ رب العزت نے عورت کے اندر تخلیقی طور پر استقامت رکھی ہے ہمیں چاہیے کہ ایسا ماحول پیدا کریں کہ اللہ رب العزت نے جو قایقی خوبی عورت کے وجود میں رکھی ہے اسے استعمال کر کے سوسائٹی کو بہتر بنانے میں وہ کھل کر اپنا کردار ادا کر سکے۔ صرف کھانا پکانا، کچن دھونا، گھر کی دیکھ بھال، بچوں کی دیکھ بھال کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی عورت کے واجبات میں سے نہیں ہے۔ اگر عورت درجہ بالا کام کرتی ہے تو مرد پر احسان کرتی ہے۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، خواتین کا معاشرہ میں مقام)

اداریہ

دستورِ مدینہ اور خواتین کا حق رائے دہی

عہدِ نبوی ﷺ میں قبولِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے جو تکالیف برداشت کیں اُن کا ثمر اللہ رب العزت نے ریاستِ مدینہ کی صورت میں دیا۔جب ایمان والے حق بات پر ڈٹ جاتے ہیں اور پھر کوئی تنگی اور اذیت اُن کے عزم کو کمزور نہیں کر پاتی تو پھر اللہ کی مدد شاملِ حال ہو جاتی ہے، استقامت والے اہل حق سرخرو اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔اللہ رب العزت کا یہ وعدہ ہے کہ میرے راستے پر چلنے والوں کے لئے دنیا میں بھی انعامات ہیں اور آخرت میں بھی انعام و اکرام ہے۔حق پر ہونا اور پھر حق کے لئے جان، مال کی قربانی کے جذبہ سے سرشار رہنا کامیابی کی ضمانت ہے۔مارچ کا مہینہ ہمیں قرارداد پاکستان کی یاددلاتا ہے۔23 مارچ 1940ء کے دن برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں نے منٹو پارک لاہور میں جمع ہو کر یہ عزم کیا تھا کہ ہم پرامن جدوجہد کر کے آزاد خطہ حاصل کریں گے۔بلاشبہ قرارداد پاکستان کے ذریعے کیا گیا عزم ثمر بار ہوا اور کروڑوں مسلمان آزادی کی نعمت سے ہمکنار ہوئے۔ پاکستان اور ریاستِ مدینہ کی فکری اساس اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کا عملی نفاذ ہے۔سوال یہ ہے کہ جن عظیم مقاصد کے حصول کے لئے یہ وطنِ عزیز حاصل کیا گیا تھا وہ ہنوز تشنہ تعبیر کیوں ہیں؟کروڑوں افراد آج بھی تعلیم، صحت، انصاف، روزگار کی بنیادی سہولتوں سے محروم کیوں ہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے ان عظیم مقاصد کا حصول کس طرح ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی شہرۂ آفاق کتاب ’’دستور مدینہ اور فلاحی ریاست کا تصور‘‘میں ملتا ہے۔اگر آج بھی دستور مدینہ کے آرٹیکلز سے راہ نمائی لی جائے تو ہمیں وطنِ عزیز کو نہ صرف بحرانوں سے نکال سکتے ہیں بلکہ پاکستان کو ترقی یافتہ اور خوشحال ممالک کی فہرست میں بھی نمایاں مقام دلوا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنی اس شہرۂ آفاق تجزیاتی تحقیق میں نظامِ حکمرانی ریاست کے ذرائع آمدن، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عملی نفاذ، حکام کے تقرر و تبادلہ، حکومتی نائبین کی تقرری، اصحاب شوریٰ کی ذمہ داری، احتساب کے نظام، امور خارجہ، تعلیمی اداروں کی ذمہ داریاں، مالی انتظامات، اموالِ عامہ کے ادارے، بین الاقوامی معاہدات، امن بقائے باہمی کے فلسفہ، اقلیتوں کے ساتھ ریاست کے تعلقات، حقِ مساوات، خواتین کے حقوق پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور یوں لگتا ہے کہ دستور مدینہ 14سو سال قبل نہیں بلکہ آج کے حالات اور زمینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک مکمل دستاویز ہے۔اگر دستور مدینہ کے تمام آرٹیکلز کو ان کی روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے تو آن واحد میں نہ صرف امن قائم ہو جائے بلکہ ہر شہری ریاست کے لئے جان، مال خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔دستور مدینہ میں جہاں ریاست کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے راہ نما اصول دیئے گئے ہیں وہاں خواتین کے حقوق و فرائض کی تخصیص بھی احسن انداز میں کی گئی ہے اور پہلی بار خواتین کو سوسائٹی کا باوقار فرد تسلیم کیا گیا۔اسلام سے قبل خواتین کو خرید و فروخت کی پروڈکٹ سمجھا جاتا تھا مگر اسلام نے عورت کو عزت دی اور اعلان کیا کہ مرد اور عورت دونوں کا کردار سوسائٹی کی ترقی اور خوشحالی کے لئے ناگزیر ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعوتی مساعی میں ہمیشہ خواتین کو عزت و توقیر سے نوازا۔یہاں تک کہ جب تاریخ انسانی کا پہلا دستور لکھا گیا تھا اُس میں بھی خواتین کے حقوق و فرائض متعین کئے گئے اور انہیں سوسائٹی کا ایک ذمہ دار ممبر ڈیکلیئر کیا۔ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنی تحقیق کے ذریعے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواتین کو حقِ رائے دہی سے نوازا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے مرد و خواتین کو برابری کی بنیاد پر بیعت کا حق عطا کیا۔قرآن مجید میں آتا ہے جس کا مفہوم ہے اے نبی مکرم ﷺ مومن عورتیں جو شرک نہ کریں، اولاد کو قتل نہ کریں، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے دور رہیں، اپنے شوہروں کو دھوکہ نہ دیں، نافرمان نہ ہوں ایسی عورتوں کی بیعت کر لیا کریں۔یہ بیعت کا حق، حق رائے دہی ہے۔ہم اس اداریے کے ذریعے ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کو اُمت کے لیےایک انتہائی معلومات افزاء تجزیاتی تحقیق کا تحفہ دینے پر مبارکباد پیش کرتی ہیں اور دعا گو ہیں کہ جن مقاصد کے لئے وطن عزیز حاصل کیا گیا تھا اللہ رب العزت انہیں پورا کرنے کے لئے ہماری توفیقات میں اضافہ کرے۔(آمین)

(ایڈیٹر دختران اسلام)

ماں کے حقوق

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں بڑی تاکید فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ۔ (لقمان، ۳۱: ۱۴)

”جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف کی حالت میں (اپنے پیٹ میں) برداشت کرتی رہی۔“

قرآن کس قدر انسانی نفسیات کے مطابق بات کرتا ہے اور انسان کو جھنجھوڑرتا ہے کہ ماں نے بچے کے لیے کس قدر تکلیف برداشت کی۔ اس کی ماں نے تھکاوٹ کے ساتھ اس کو اٹھایا قرآن کا اسلوب توجہ طلب ہے وھن علی وھن اس کا مطلب ہے کہ بار بار تھک کر 9 ماہ تمھیں اپنے پیٹ میں سنبھالتی ہے۔ اس نے کتنی بار اسے تکلیف میں مبتلا کیا کتنی مصائب و پریشانی اس نے برداشت کیں۔ اس وجہ سے کہ میرا بچہ محفوظ رہے۔ جب بچے کا رحم مادر میں زندگی کا آغاز ہوتا ہے تو اس کا وجود تک نہیں بنا ہوتا۔ جب وہ نطفہ سے لوتھڑا بنتا ہے بڑھتے بڑھتے جسم کی تشکیل کے مراحل آتے ہیں اور ڈاکٹر بتاتے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہے۔ ماں نے نہیں دیکھا کہ اس کی شکل وصورت کیسی ہو گی وہ بڑا ہو کر تابع فرمان بنے گا یا نافرمان بنے گا۔ وہ زندہ بھی پیدا ہو گا یا مر جائے گا۔ ماں ۹ مہینے تکلیفیں اٹھاتی ہے اس بات کی خبر نہیں کہ بچہ سالم پیدا ہو گا یا اس کے اعضاء صحیح نہیں ہوں گے۔ اس کو کسی چیز کی خبر نہیں۔ بس

اتنا بتا دیا گیا کہ تیرے پیٹ میں بچہ ہے۔ وہ اسی لمحے سے اس کی حفاظت کا خیال کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اپنی جان کو بھول کر اس کی جان کا خیال کرنے لگ جاتی ہے۔

کئی بار اسے تکلیف آتی ہے اسے اپنا خیال نہیں ہوتا، بچے کی فکر ہوتی ہے اسے نقصان نہ پہنچے۔ جب بچے کی وجہ سے ماں کو تکلیف آتی ہے تو اس کے دل نے ہزار خوش طبعی کے ساتھ وہ تکلیف اٹھانے پر آمادہ کر دیا۔

> **بچہ بیمار ہو تو ماں ساری رات جاگتی ہے، بچے کی بیماری پر ماں کی ممتا اُسے سونے نہیں دیتی**

قرآن ان ۹ ماہ کی تکلیف کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ 2 سال تک اسے دودھ پلاتی ہے اگر ماں دودھ نہ پلاتی تو ماں کی صحت بہتر ہوتی۔ ماں نے اپنی خوراک نچوڑ کر بچے کو پلا دی۔ ماں اپنی جان کے عوض بچے کی جان کو پالتی ہے۔ قرآن بیان کرتا ہے۔ 9 ماہ دو سال تیری ماں نے تجھے تکلیفوں کے ساتھ پالا۔

یہ اس طرف اشارہ ہے اگر ان تکلیفوں کو برداشت کرتی ہے تو زندگی کی باقی تکلیفوں کو اٹھانا تو بہت آسان ہے۔ اگر بچہ سویا ہے اس نے بستر پر پیشاب کر دیا۔ ماں اسے اٹھا کر دوسری طرف کر دیتی ہے اس کے پیشاب والے بستر پر خود سو جاتی ہے۔

وہ بیٹا اور بیٹی والد کی بھی اولاد ہے ماں کی بھی اولاد ہے۔ لیکن اگر بچہ بیمار ہو تو ماں ساری رات جاگتی ہے مگر مرد یعنی باپ نہیں جاگ پاتا۔ شاید ہی صورتحال ایسی آتی ہے کہ سونے یا بیٹھنے کا موقع نہ ملے مگر ہوتا یہ ہے کہ باپ پھر بھی نیند پوری کر لیتا ہے مگر ماں کی ممتا کو نیند نہیں آتی۔ وہ ماں جس نے اپنا خون جان بچے کو دے دی راتوں کا چین و آرام بچے کو دے دیا اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے کو تکلیف میں ماں ساری رات لے کر بیٹھی رہتی ہے۔ مسلسل راتوں کو جاگنا، شاید اس عورت کے لیے بھی ممکن نہ ہوتا، اس سے جڑی محبت جگائے رکھتی ہے۔ اس لیے اللہ پاک نے والدین کے ساتھ احسان کی بات کر کے مضمون کو اس طرح کر دیا۔ وھنا علی وھن والدین کے ساتھ احسان کرو مگر جان لو کہ تمھاری والدہ کا ماں کا درجہ حق کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس کا حق اس لیے زیادہ ہے کہ جو تکلیفیں تمھاری ماں نے اپنی جان پر برداشت کی ہیں اس کا اندازہ تمھارے والد کو بھی نہیں ہو سکتا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا۔ (الاحقاف، ۴۶: ۱۵)

”اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم فرمایا۔“

اللہ رب العزت نے پہلی آیت میں دو زمانوں کا ذکر کیا تھا۔ بچے کو پیٹ میں سنبھالنے کا زمانہ پھر دو سال تک دودھ پلانے کا زمانہ یہاں ایک تیسرے مرحلہ کی طرف متوجہ کر دیا فرمایا اس انسان کو سمجھنا چاہیے کہ اس کی ماں نے کتنی تکلیف اٹھا کر اس کو سنبھالا وہ تکلیف اس سے کہیں بڑھ کر تھی جب اس نے اسے جنا۔ دردزہ کا تصور ماں کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا۔

انسان اگر ان تکلیف کے ایام پر غور کرے گا تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ تو ماں کا حق تو عمر بھر ادا نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں حدیث آتی ہے قرآن مجید نے ماں کے اس حق کو جس قدر اہتمام اور فضیلت کے ساتھ فرمایا اس کی تصریح میں حضور علیہ السلام نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں فرمائی:

مجھ پر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: تمھاری ماں کا صحابی نے پوچھا ماں کے بعد کس کا حق ہے فرمایا: تمھاری ماں کا۔ عرض کیا پھر اس کے بعد کس کا ہے فرمایا تمھاری ماں کا۔ تین بار بدل بدل کر سوال کیا سب سے بڑھ کر کس کا حق فرمایا تیری ماں کا۔ صحابی نے چوتھی بار پوچھا فرمایا اس کے بعد تمھارے باپ کا۔

(الصحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے ماں کے حق کو اتنا مقدس قرار دیا۔ ایک شخص حضور علیہ السلام کے پاس آیا تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں آپ سے اجازت و مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اجازت دیجئے۔ اس پر آقا علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا تمھاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا حضور ﷺ زندہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا اپنی ماں کی خدمت کرتے رہو۔ تمھارا، حج، عمرہ اور جہاد بھی اس میں ہے۔ اس نے فقط جہاد کی بات پوچھی تھی۔ آقا علیہ السلام نے تینوں اجر فرما دیئے۔ اس حدیث سے پتہ چلا کہ اگر والدین ضعیف ہوں ان کی صحت و بڑھاپا اس امر کی اجازت نہ دے ان کو جوان اولاد کے سوا کوئی اور سنبھالنے والا نہ ہو، حج پر چلے جانے اور عمرہ یا جہاد پر چلے جانے یہ زیادہ مقدم ہے کہ پوری زندگی ان بوڑھے والدین کی خدمت کریں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور ﷺ میں جہاد پر جانا چاہتا ہوں مجھے مشورہ دیجئے۔ ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: تمھاری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا میری ماں زندہ ہے۔ فرمایا جاؤ ان کے قدم پکڑو وہی تمھیں جنت میں لے جائیں گے۔ اس انداز کے ساتھ حضور ﷺ نے ماں کے حقوق اولاد پر منکشف فرمائے۔ سنن میں نسائی ہے حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور تین بار فرمایا امین امین امین۔ فرمایا ابھی جبریل امین آئے تھے انھوں نے مجھے کہا

جس شخص نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا۔ خواہ ماں ہو یا والد کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا پھر بھی جہنم میں گیا۔ اللہ اس کو اپنی رحمت سے محروم رکھے۔ آپ ﷺ اس پر امین فرمادیجیے تاکہ اس پر مہرِ تصدیق ثبت ہو جائے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے دوسری بات کہی وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ جس نے زندگی میں ماہ رمضان المبارک پایا پھر بھی اپنے گناہ بخشوا نہ سکا اسی حال میں مر گیا۔ وہ بھی جہنم میں گیا۔ اللہ اس کو بھی رحمت سے محروم رکھے آپ ﷺ فرمادیں، امین میں نے دوسری بار امین کہی۔ تیسری بار جبریلؑ امین نے کہا آقاؐ وہ شخص تباہ و برباد ہو گیا۔ جس کے سامنے حضور علیہ السلام کا ذکر ہوا اس نے سن کر بھی درود و سلام نہ پڑھا اور اسی حال میں مر گیا وہ جہنم میں گیا۔ اللہ اسے اپنی رحمت سے محروم رکھے۔ آپ ﷺ فرمادیجئے آمین حضور علیہ السلام نے آمین فرمادی۔

> قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ماں کی اہمیت اجاگر کی کہ ماں بچے کو تکلیف کی حالت میں جنم دیتی ہے

اس حدیث میں تین چیزیں بیان کیں اور ترجیح میں پہلا حق والدین کا بیان کیا جو حضور علیہ السلام کا نام سنے اور درود نہ پڑھے یہ بد بختی ہے۔ جو رمضان کو پائے اپنے آپ کو بخشوا نہ سکے یہ بھی بد بختی ہے جو والدین کو پائے خود کو بخشوا نہ سکے یہ بھی بد بختی ہے۔ ان تینوں گناہوں کو حضور علیہ السلام نے ایک ہی درجہ میں بیان کیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ وہ جس ماں سے تھیں وہ کافر و مشرک تھیں جب تک حکم نہیں آیا تھا کہ اہل ایمان کا نکاح اہل ایمان سے ہو۔ کافر و مشرک کا نکاح اہل ایمان سے جائز تھا یہ اُس وقت منع ہوا جب جب حضور علیہ السلام نے منع فرمادیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی والدہ ان سے ملنے آئیں وہ کافرہ تھیں حضرت اسماءؓ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی۔ میری والدہ مجھ سے ملنے آئی ہیں وہ کافرہ ہیں میرے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا بے شک وہ کافرہ ہیں مگر ہے تو تمھاری ماں اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کریں اور اس کا مذہب کچھ بھی ہے احسان کا حکم جو اسلام میں آیا ہے اس کو برقرار رکھیں۔ حضور علیہ السلام نے والدین کے حقوق مختلف مواقع پر بیان کیے جس سے واضح ہوتا ہے اولاد اپنی عبادات اس وقت تک مقبول نہیں بنا سکتی ہے اور اللہ کی طرف سے سعادت و خوش بختی کی نعمت نہیں پا سکتی جب تک اپنی ماں کے حق کو مقدم طریقے سے ادا نہیں کرتی۔

عبادات وریاضات مل کر بھی ادنیٰ صحابیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ سارے مقام ولایت کا درجہ ملا کر اس صحابی کا مقابلہ نہیں جس صحابی نے ایک لمحے کے لیے آقا علیہ السلام کا چہرہ دیکھا۔ کلمہ پڑھا جسم پاک کرنے کا بھی موقع ہی نہ ملا وہیں شہید ہو گیا۔ ایک غزوہ میں ایک صحابی اونٹ پر سوار ہے اچانک جب اس کی سواری آقا علیہ السلام کے سامنے آئی۔ اس کی نگاہ حضور علیہ السلام کے چہرے پر پڑی۔ اس کے دل کی کایا پلٹ گئی جن کے نصیب میں ایمان تھا ان کے لیے صرف ایک نگاہ چہرہ رسول ﷺ پر ڈالنے کی دیر تھی کہ چہرے کو تکتے ہی دل کی کایا پلٹ جاتی تھی۔ ایک اور جگہ پر بیان ہوتا ہے کہ ایک صحابی اپنی سواری پر سوار ہیں ایمان قبول کرنے کو دل چاہا اپنی سواری پر بیٹھے ہی آپ ﷺ سے مذاکرات کرنے لگا۔

"اے محمد ﷺ اگر میں آپ کا کلمہ پڑھ لوں بتایئے مجھے کیا ملے گا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جائے تو تجھے جنت مل جائے گی۔ پوچھا اس بات کی ضمانت ہے کہ جنت مل جائے گی۔ فرمایا: ہاں مل جائے گی۔ پوچھا کیا آپ ﷺ کا وعدہ ہے فرمایا وعدہ ہے۔ عرض کیا حضور ﷺ میں یہیں سے کلمہ پڑھتا ہوں۔ وہ شخص کلمہ پڑھ کر نیچے اترنے لگا کہ میں اپنے نبی کی دست بوسی کروں۔ پاؤں پھسلا وہیں شہید ہو گیا۔ کلمہ پڑھنے کے بعد غسل بھی نصیب نہیں ہوا۔ (کیونکہ مشرکوں کو قرآن نے تجسس کیا ہے مشرک کی پلیدی کلمہ طیبہ پڑھ کر ختم ہوتی تھی۔) اب اس صحابی کے جسم کو غسل بھی نہیں دیا جا سکا۔ مسائل شریعہ جاننا تو بعد کی باتیں تھیں۔ نماز کا سجدہ دینا تو درکنار ابھی نماز یاد نہیں کی فرمایا میرے صحابہ ادھر آؤ جس نے جنتی کا چہرہ دیکھنا ہے اس کو دیکھ لے۔ اس نے نماز نہیں پڑھی مگر وہ صحابی ہو گیا صحابیت نماز سے نہیں ملتی اگر نماز سے صحابیت ملتی تو کروڑوں ایسے لوگ ہوئے نمازیں پڑھنے والے نمازیں پڑھتے اور صحابی بن جاتے۔ صحابیت روزوں سے نہیں ملتی لاکھوں صائم الدھر ہوئے اپنی جان اللہ کی راہ میں کھپانے سے صحابیت نہیں ملتی۔ ساری ساری رات اللہ کی راہ میں کھڑے ہو کر عبادت کرنے سے صحابیت نہیں ملتی۔ سخاوت سے صحابیت نہیں ملتی۔ اگر ہم چاہیں کہ ایمان کے دائرے میں آنے کے بعد اگر ساری کائنات کے اعمال صالح جمع کر لیے جائیں ان سارے اعمال صالحہ کے نتیجے میں عمومی درجے کی صحابیت مل جائے فرمایا: تمہیں تمہارے حج، زکوٰۃ، روزے تمہارا تقویٰ وطہارت زہد وورع، صدق واخلاص سارے ایک طرف مگر جو شرف حضور علیہ السلام کو دیکھنے سے ملتا ہے وہ نہیں مل سکتا ہے۔ خواہ کوئی ہر روز حضور علیہ السلام کی خواب میں زیارت کرے۔ خواہ عالم بیداری میں روحانی طور پر حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو ساری زندگی حضور علیہ السلام کی زیارت نصیب ہو۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت اویس قرنیؓ نے بیس برس حضور علیہ السلام کی زندگی میں گزارے۔ معلوم تھا ایک لمحے حضور علیہ السلام کا چہرہ تک لیا تو صحابی بن جاؤں گا۔

تابعین سے درجہ اونچا ہو جائے گا۔ وہ صحابی جس کا غوث و قطب مل کر بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس شرف کو حاصل نہ کیا فقط اس شرف کی خاطر کہ ماں ضعیف ہے اس کی خدمت سے دور نہ ہو جاؤں۔ ماں کی خدمت کو جاری رکھا یہ آقا علیہ السلام کا حکم تھا۔ والدہ کی اجازت سے ایک بار مدینہ طیبہ گئے مگر والدہ کا حکم تھا کہ اگر حضور علیہ السلام گھر میں نہ ملیں تو واپس پلٹ آنا اور پیغام دے دینا کہ اویس آئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پر نہیں تھے ماں کی اجازت نہیں تھی کہ انتظار کر لیں آپؓ واپس تشریف لے گئے۔ یہ شرف اویس قرنیؓ نے پایا۔ آقا علیہ السلام اپنی مجلس میں نہ تکنے والوں کے شرف بیان فرما رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ میرے اویسؓ کا درجہ یہ ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ نگاہ یار صحبت کی محتاج نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید وضاحت فرمائی کہ میرے اویسؓ کی علامت یہ ہے کہ اس طرح (اشارے سے فرمایا) اس کے ہاتھ پر داغ ہے۔ اس کی دعا سے میرے امت کے لاکھوں لوگوں کی شفاعت ہو گی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ماں کی خدمت میں رہنے والے اویس کی شرف و فضیلت کا بیان سنا تو اشتیاق پیدا ہوا ہم بھی اس اویس رضی اللہ عنہ کا دیدار کریں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے خواہش ظاہر کی آقا علیہ السلام: کیا ہماری نگاہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اویسؓ کو دیکھ سکتی ہیں۔ فرمایا: ہاں عمر و علیؓ تم دونوں دیکھو گے۔ حج کا موقع ہے ساری دنیا اطراف اکناف سے آئی ہے حضرت عمر و علیؓ اکٹھے بیٹھے ہیں۔ ہر وفد سے پوچھتے ہیں آپ کہاں سے آئے ہو۔ جو وفد یمن سے آیا ہوتا اس سے پوچھتے تم میں سے کوئی اویس ہے ان کا خیال تھا کہ ہر سال حج پر آتا ہو گا مگر ایسا نہ تھا پھر پوچھا اچھا یہ بتاؤ تم کسی ایسے اویس کو جانتے ہو جو قرن میں رہتا ہے۔ اب لوگوں کا دھیان بھی اس طرف نہیں جاتا تھا جس کے بارے میں حضرت فاروق اعظمؓ پوچھ رہے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بڑا عالم و فاضل ہو گا۔ مگر وہ لوگ جس اویسؓ کے بارے میں جانتے تھے ان کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں جب وہ گلیوں سے گزرتا ہے لوگ اس کو پاگل و دیوانہ کہتے ہیں۔ لوگ اس کو پتھر مارتے تھے جب آپؓ نے علامات بیان کیں تو انھوں نے بتایا اس ان علامات کے مطابق ایک پاگل سا رہتا ہے۔ ہم نے اس لیے نہیں بتایا کہ عمر کو اس سے کیا

> **ایک صحابی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تم پر سب سے زیادہ حق تمہاری ماں کا ہے**

سروکار۔ فرمایا: اسی دیوانے کو تکنا چاہتے ہیں جب خبر لے لی دونوں یمن کے علاقے میں چل پڑے جسے لوگ پتھر مارتے ہیں اس کی زیارت کے لیے گلی کوچے پھرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں ہم نے اویسؓ کو دیکھنا ہے کہتے ہیں آپ نے اویسؓ کو کیا دیکھنا ہے وہ تو پاگل ہے ہنسنے لگے تو ہنستا ہی چلا جاتا ہے۔ رونے میں آجائے تو روتا ہی چلا جاتا ہے۔

حضرت اویسؓ نماز ادا کر رہے ہیں بھیڑیئے ان کا پہرا دے رہے ہیں جب دونوں ملے اپنا تعارف کروایا عرض کی جو میرے لیے میرے حضور ﷺ نے تحفہ بھیجا ہے وہ تو دے دو۔ جب حضور ﷺ نے عمرؓ اور علیؓ سے فرمایا تم میرے اویس سے ملو گے تو اپنا جبہ دے دیا اگر تم اویسؓ سے ملو تو میرا جبہ اس کو دے دینا۔ انھوں نے جبہ پیش کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت اویسؓ سے مختلف باتیں پوچھتے اور اویس ہر بات سے موضوع کو پھیر کر صرف ایک ہی بات پوچھتے کہ کوئی میرے آقا ﷺ کی باتیں بتاؤ کوئی حضور ﷺ کی مجلس کی بات بتاؤ کچھ بتاؤ کہ وہ کیسی باتیں کرتے تھے۔ وہ اٹھتے بیٹھتے کیسے تھے وہ چلتے پھرتے کیسے تھے تم انہیں کیسے دیکھتے تھے؟ ان کے ساتھ کیسے رہتے تھے؟ ان کا میل ملاپ کیسا تھا؟ وہ مسکراتے کیسے تھے؟ وہ محبوب تھا اور بات یہاں جا کر ختم ہوئی ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ کیا آپ ﷺ حضور کے صحابی ہیں اویس نے سوال کر دیا حضرت عمرؓ حضرت علیؓ سے کہ تم نے میرے حضور ﷺ کو دیکھا ہے؟ ان سوالوں کی قدر و قیمت کیا ہے یہ بات اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ہم نے دیکھا ہے ہم زندگی بھر ان کے ساتھ رہے ہیں۔ لیکن اویس اپنی نگاہوں سے دیکھ کر پوچھ رہے تھے اویسؓ نے فرمایا تم نے جو کچھ بھی دیکھا وہ تو میرے محبوبؐ کا سایہ تھا۔ اللہ نے تو نے اپنا محبوب کسی کو دیکھنے ہی نہیں دیا۔ عشق و محبت کا یہ عالم ہے کہ اللہ کے اس راز کو جانتے ہیں کہ ماں کی خدمت ہر شے سے بڑھ کر ہے۔ ماں کی خدمت کو چھوڑ کر اس بارگاہ میں نہیں گئے اس پر حضور ﷺ بھی خوش ہیں صحابہؓ بھی خوش ہیں۔ ایسے بہت سارے لوگ ہیں جو نماز میں کمی نہیں کرتے۔ روزہ، حج، زکوٰۃ اور مساوات میں کمی نہیں کرتے۔ مگر ماں کی خدمت میں سستی کرتے ہیں۔ اسلام نے اس لیے فرمایا:

الجنت تحت اقدام امھتکم۔

تمھاری جنت تمھاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

ساری رات عبادات بجا لائیں لیکن ساری عبادات مل کر بھی ماں کی خدمت کا بدل نہیں بن سکتیں۔ ماں کی خدمت کا شرف بہر طور پر مقدم ہے۔ اس حق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں کی خدمت جو ہمارے ذمہ متعین کر دی ہے مرتے دم تک اس میں مستعد رہیں۔

انسانی خدمت کا قرآنی تصور

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو اُن کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ (قیامِ امن کے) حکمِ الٰہی کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر گروہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو، بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔ بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (الحجرات، 49: 9-10)

یہ آیت کریمہ اہل ایمان کے دو گروہوں میں صلح و صفائی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے کہ جب دو گروہوں میں، دو قبیلوں میں، دو خاندانوں میں، دو طبقوں اور حتیٰ کہ نچلی سطح پر دو شخصوں میں اگر کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے، ان کے درمیان کوئی ناچاکی ہو جائے، کوئی نااتفاقی و ناراضگی رونما ہو جائے۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان نفرت کی آگ بھڑک اٹھے اور وہ نفرت و مخالفت بڑھتے بڑھتے عداوت اور

دشمنی بن جائے جس کی وجہ سے ان کے درمیان جنگ وجدال کا ماحول پیدا ہو جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے اور مرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ حتیٰ کہ قتل وغارت کا فتنہ ان کے مابین بپا ہو جائے۔

اصلاح معاشرہ کی ضرورت

تو اب اس ساری ناچاکی، نااتفاقی، لڑائی اور فتنہ انگیزی اور قتل وغارت گری کی فضا اور ماحول کو ختم کرنے کے لیے تمہارا ناصحانہ اور مصلحانہ کردار شروع ہو جاتا ہے۔ تم ان دونوں گروہوں، قبیلوں، خاندانوں اور باہم ناراض دوستوں اور بھائیوں کے درمیان ایک پُل بن کر پیکر اصلاح بن جاؤ، ایک مصلح بن جاؤ، ایک صلح جُو بن جاؤ، ایک اتفاق پسند اور اتحاد پرور بن جاؤ، تم ان کے درمیان پیدا ہونے والی نفرت کو سرد کرو اور ان کے درمیان پیدا ہونے والی منافرت کو ختم کرو اصلاح اور اتفاق کی ہر صورت ان کے درمیان پیدا کرنے کی کوشش کرو اور ان کو باہم متحد اور متفق کرنے کی ہر تدبیر کرو ان کو پھر سے یکجا اور اکٹھا کر دو اور یہ بات ذہن نشین رکھو، بحیثیت مسلمان، بطور مومن، تمہارا کردار اپنے ان ناراض گروہوں اور خاندانوں اور افراد کے درمیان صرف اور صرف مصلح کا ہے۔ تم ان کے لیے مفسد نہیں ہو ان کے درمیان فساد کی بھڑکی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کرنے اور مٹانے والے ہو نہ کہ مفسد بن کر اس آگ کو اور زیادہ بھڑکانے اور بڑھانے والے ہو۔

اصلاح احوال مومن کی فطرت کی آواز ہے

اپنی اور دوسروں کی اصلاح اور فلاح ایک مسلمان کی سرشت اور فطرت میں داخل ہے۔ تم اپنے اس مصلحانہ کردار کو ہر وقت زندہ و تابندہ رکھو۔ اس لیے قرآن کہتا ہے:

"اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو اُن کے درمیان صلح کرادیا کرو۔" (الحجرات، 49: 9)

اور اصلاح کی کاوشوں کے ذریعے فساد انگیزی اور فتنہ انگیزی کا خاتمہ کر دو۔ امن و محبت اور سلامتی وعافیت کو ان کے درمیان عیاں کر دو۔ اس لیے کہ ایک مسلمان کی پہچان ہی اصلاح ہے اور اس کاوشوں کا نقطہ آغاز اور نقطہ کمال اصلاح ہی اصلاح ہے وہ گھر میں ہو یا باہر ہو۔ وہ ہر جگہ اصلاح اور فلاح کی بات کرتا ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان محبت و مودت کو فروغ دیتا ہے۔ ہر جگہ پر اصلاحی کاوشیں جاری رکھتا ہے۔ اس لیے اسے مصلح بنایا گیا ہے۔ مفسد نہیں بنایا گیا۔ اسی بنا پر جب مسلمانوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑتے ہیں تو وہ ہر ممکن ان کے درمیان صلح و صفائی کراتا ہے ان کو باہم شیر وشکر کرتا ہے۔

باغی گروہ کی سرکشی ختم کرنا

حتی کہ ان میں سے اگر کوئی ایک گروہ، ایک خاندان اور ایک طبقہ زیادتی کرے اور صلح جوئی کو ترک کردے اور ظلم و ستم پر آمادہ رہے افتراق و انتشار پر تُلا رہے، فتنہ و فساد پر ڈٹا رہے اپنی قوت و طاقت پر ناز کرے اور معاشرے میں ظلم کی بنا پر اس مظلوم گروہ و طبقے کو دبانا چاہے تو فرمایا ایسی صورت میں تم پر فرض ہے مظلوم کا ساتھ دو۔ ظالم کے خلاف سارے کے سارے مل کر ڈٹ جاؤ اس کے ظلم کو اپنی اجتماعی قوت و طاقت کے ذریعے توڑ دو اس کے باغیانہ خیالات اور عزائم کو ختم کردو، تم سب مل کر اس کو ظلم سے باز رکھنے والے بن جاؤ۔ حتی کہ تمہاری ان اصلاحی کاوشوں اور امن و سلامتی اور محبت و آشتی کے ذریعے پھر وہ صلح جوئی کے لیے آمادہ ہو جائے اور اپنے ظلم سے باز آجائے۔

”یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو بیشک اللہ تعالٰی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“(الحجرات،49: 9)

جب وہ باغی گروہ صلح جوئی کے لیے تمہاری کاوشوں کی بنا پر آمادہ ہو جائے اور اب تم اپنے کردار عدل وانصاف اور کردار غیر جانبداری اور اپنے کردار مصلح کی بنا پر دونوں کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی صلح کرادو۔

انصاف بے پرواہ عمل ہے

دونوں گروہوں میں سے خواہ ان میں کوئی طاقتور ہو اور کوئی کمزور ہو، کوئی بادشاہ و شہنشاہ ہو اور کوئی عام مزدور اور یہاڑی دار ہو۔ عدل وانصاف کا پلڑا جس طرف تُلتا ہے تم اس کو اسی طرف تولو، کسی جاہ و منصب، کسی کی طاقت، کسی کی اندھی دولت، کسی کی فرعونیت، قارونیت تم کو انصاف ہی کا خون کرنے کے لیے آمادہ نہ کرے اور تم ان دونوں طبقوں اور گروہوں میں سے انصاف پر مبنی فیصلہ کرنے کے لیے کسی ایک سے مرعوب نہ ہو۔ کوئی بھی گروہ تمہیں جان کی حفاظت کی بنا پر ڈرا اور دھمکا نہ سکے، کوئی طبقہ تمہارے فیصلے اور تمہارے قلم کو خرید نہ سکے۔ تمہیں نہ اپنی جان کا ڈر ہو، نہ اپنی منصبی ذمہ داریوں میں کسی قسم کے خسارے کا اندیشہ ہو، حق تمہاری پہچان ہو۔ انصاف تمہاری شناخت ہو، نہ جھکنا اور نہ بکنا تمہارا کردار ہو، کسی سے نہ ڈرنا اور نہ خوف زدہ ہونا تمہارا تعارف ہو۔ ہر سطح کا منصفانہ اور عادلانہ کردار ان ہی خوبی سے آراستہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی لوگوں کو یہ طاقت رب عطا کرتا ہے۔ طاقتور لوگوں کے خلاف اگر انصاف کا ترازو تُلتا ہو اور پھر ان کے خلاف انصاف پر مبنی فیصلہ دینے کی قوت رب اپنے بندوں کو عطا کرتا ہے۔

انصاف کرنے والے اللہ کے پسندیدہ ہیں

رب ان منصف بندوں کو یہ بشارت دیتا ہے کہ اللہ تمہیں اپنا محبوب رکھتا ہے تم سے رب ہو کر محبت کرتا ہے، تمہاری فرمانبرداری اور بندگی پر ناز کرتا ہے اور وہ یہ اعلان قرآن میں یوں کرتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (الحجرات، 49: 9)

”بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔“

ایسے ججوں اور قاضیوں منصف پسندوں اور مصلحوں کی مدد کرتا ہے جو عدل وانصاف کو اپنی پہچان بناتے ہیں۔ باری تعالیٰ ایسے لوگوں کی قدم قدم پر مدد کرتا ہے اور ان کو اپنی معیت، حمایت اور غیبی نصرت عطا کرتا ہے اور یہ بندے اپنے اس منصفانہ کردار کی بنا پر رب کی معیت کے نظارے کرتے ہیں۔ وہ رب ان کے اندر ہر لمحہ یہ کیفیت راسخ کرتا ہے:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (التوبة، 9: 40)

”غمزدہ نہ ہو اور پریشان نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

زندگی کے جس بھی شعبے میں جس بھی طبقے میں حق ہو گا اللہ ان ہی کی مدد کرتا ہے اور جو فرد بھی حق پر ہوتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔ اسباب اس کے موافق بناتا ہے۔ وسائل اور ذرائع کو اس کی طرف غیب سے رواں کرتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں نرمی اور رحمدلی کی کیفیات پیدا کرتا ہے۔ اس کی خوبیوں کو عیاں کرتا ہے، اس کی خامیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس گروہ کی مدد و نصرت کے حامیانہ اور مددگارانہ خیالات ڈالتا ہے اور القا کرتا ہے۔ غیب و غیوب سے اعوان وانصار کو پیدا کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے اپنے پسندیدہ اور محبوب بندوں کو وہ دائمی اپنی رحمت، اپنی نصرت، اپنی حمایت اور اپنی معیت کے حصار میں رکھتا ہے۔

اصلاح اور فلاح میں انسانی عظمت ہے

قرآن اصلاح اور فلاح کے عمل کو ایک ایمانی عمل سے تعبیر کرتا ہے۔ اصلاح بین الناس، لوگوں کی ناراضگیوں کو ختم کرا کے ان کو باہم شیر وشکر کرنا ہے ان کو متحد اور متفق کرنا ہے ان کو باہمی مشترکات اور اجتماعی مفادات پر اکٹھا کرتا ہے۔ اس لیے قرآن اس حقیقت کو یوں واضح کرتا ہے:

"بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (الحجرات، 49: 10)

یہ آیت کریمہ واضح کر رہی ہے ایمان اور صلح جوئی کا باہم ایک گہرا تعلق ہے۔ ایمان ملنے اور جڑنے کا نام ہے، ایمان کے ذریعے بندہ اپنے رب سے جڑتا اور ملتا ہے اور ایمان کے سبب ایک امتی اپنے رسول سے جڑتا اور ملتا ہے، ایمان، ایمان والوں کو باہم جوڑنے، ملانے، اکٹھا کرنے اور یکجا کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ حالات کے کتنے ہی زیر و بم آجائیں، زمانے کے کتنے ہی نشیب و فراز آجائیں، پھر ذات کی کتنی ہی تنگیاں اور دشواریاں آجائیں، ایمان کی ہر لمحہ صدا ہے، ایمان کی ہر لمحہ پکار ہے، ایمان کی ہر لحظہ بازگشت ہے کہ اے مومنو باہم جڑے رہو۔ اے مسلمانو باہم اکٹھے رہو، اے اسلام کے ماننے والو ایک دوسرے کے قریب رہو اور باہم محبت و مودت اور احترام و اکرام اور باہم ملنے جلنے کی ہر صورت قائم و دائم رکھو۔ اپنے صلہ رحمی کے رشتوں کو کبھی بھی کٹنے نہ دو اور نہ کسی کو کاٹنے دو۔ ہر ہر امر خیر سے جڑنا اور ملنا تمہاری پہچان ہو۔

ہاں انسانوں کی طبیعت میں غضب کا عنصر بھی موجود ہوتا ہے باہم عداوت اور مخالفت کے احساسات اور جذبات بھی ہوتے ہیں کسی کو چاہنے اور کسی کو نہ چاہنے کے خیالات بھی ہوتے ہیں، انسانوں کے باہمی مفادات بھی متصادم ہوتے ہیں، اپنے زیادہ سے زیادہ مفادات کا حصول بھی رشتوں کی ڈور کو کمزور کرتا ہے اور بسا اوقات کاٹ دیتا ہے۔

اصلاح تقاضا ایمان ہے

کچھ لوگ اپنا سب کچھ، اپنی ساری پہچان، اپنی ساری شخصیت کے تعارف کا عنوان ہی مفاد ہی مفاد کو بنالیتے ہیں۔ دنیاداری اور زر پرستی کو بنالیتے ہیں، جائیداد اور دولت پرستی کو بنالیتے ہیں۔ اس بنا پر ساری اعلیٰ اسلامی قدریں ان کے ان جذبات و احساسات کی بنا پر ماند پڑ جاتی ہیں۔ ان کی ذات میں تعلیمات اور اخلاقیات کا غلبہ دکھائی نہیں دیتا بلکہ خواہشات اور مفادات کا تغلب دکھائی دیتا ہے۔ قرآن ایسے لوگوں کو مخاطب کرتا ہے۔ تم بہر صورت مومن ہو، مسلمان ہو، اللہ کے بندے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی اور دعویٰ ایمان رکھنے والے ہو، تمہارا ایمان تم سے مطالبہ کرتا ہے کہ باہم جڑے رہو، اکٹھے رہو، یکجان و یک قالب ہو۔ اخوت و محبت کا نشان بن کر رہو، اپنے درمیان آنے والے کسی بھی دنیاوی مفاد کو باہم ٹوٹنے اور منتشر ہونے اور مفترق ہونے کا سبب نہ بننے دو۔ اس لیے کہ تم کو مصلح بنایا گیا ہے، تم پیکر اصلاح ہو، فاصلحوا بین اخویکم اپنے بھائیوں کے درمیان اگر کوئی ناچاکی اور ناراضگی ہو جائے تو اسے ختم کرایا کرو تاکہ اسے مزید بڑھایا نہ کرو۔

مسلمان مصلح ہے مفسد نہیں

ناراض لوگوں کو باہم راضی کیا کرو، ٹوٹے ہوئے لوگوں کو باہم جوڑا کرو، لڑنے والوں کو لڑنے سے منع کیا کرو، باہم دشمنی پالنے والے کو دشمنی و عداوت سے منع کیا کرو، باہم نفرت کرنے والوں کو محبت کی لڑی میں پرویا کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرنے والوں اتصال کے رشتوں میں سیا کرو، ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو باہم شیر و شکر کیا کرو، عداوت کی آگ میں جلنے والوں کو بحر محبت و مودت میں مستغرق کیا کرو۔ اس لیے کہ اس کائنات میں اثبات حق کو ہے ابطال باطل کو ہے، محبت حق اور عداوت باطل ہے۔ مودت سچ ہے اور نفرت جھوٹ ہے۔ دوسروں کی خیر خواہی صدق ہے اور دوسروں کو ایذا رسانی کذب ہے۔ جب اہل ایمان تقاضا ایمان کے تحت اپنی مصلحانہ کاوشوں کے ذریعے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مابین باہمی منافرت و عداوت کو ختم کرتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان فرقہ واریت کو مٹاتے ہیں تو اپنے اس مخلصانہ اور مومنانہ عمل کے باعث وہ اللہ کی رحمت اور نصرت کے حقدار ٹھہرتے ہیں۔

قرآن لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے عمل کو اللہ کی رضا اور خوشنودی سے تعبیر کرتا ہے۔ کوئی اگر یہ سوچتا ہے دو لڑتے ہوئے افراد، گروہوں اور طبقوں کو اگر ہم اکٹھا کرا دوں تو مجھے اس سے کیا اجر ملے گا۔

عمل اصلاح کے فوائد و ثمرات

قرآن سورہ النساء میں اس عمل اصلاح کے اجر کو واضح کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِصْلَاحٍ م بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء، 4: 114)

”جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔“

ایک مسلمان کے اصلاحی کے عمل کے ذریعے دو افراد اور دو خاندانوں اور دو گروہوں کے درمیان سے باہمی نفرت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ ان کے درمیان بھڑکنے والی عداوت کا انسداد ہو سکتا ہے، ان کے درمیان قائم ہونے والی قتل و غارت گری سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور ان کے درمیان پیدا ہونے والا انتقام سرے ہی سے اختتام پذیر ہو سکتا ہے۔ اس کے اس اصلاحی عمل کے ذریعے ان کے درمیان نسل در نسل جاری ہونے والے خون خرابے کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور اس اصلاحی عمل کے ذریعے معاشرے کے

اجتماعی امن پرور ماحول کو تقویت مل سکتی ہے اور اس کے مصلحانہ عمل کے ذریعے معاشرے کے لوگوں کے درمیان تحمل و برداشت کے رویوں کو فروغ دیا جاسکتا ہے کہ اس لیے یہ اصلاح کا عمل درحقیقت انسانوں کی فلاح کا عمل ہے۔ اس اصلاح میں انسانوں کی فلاح پوشیدہ ہے۔ اس لیے قرآن بار بار اس امر پر زور دیتا ہے۔

سورہ البقرہ میں ارشاد فرمایا:

وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (البقرہ، 2: 224)

’’اور لوگوں میں صلح کرانے میں آڑ مت بناؤ، اور اللہ خوب سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔‘‘

صلح کا عمل پیغمبرانہ سنت ہے، صلح کا طریق پیغمبروں کی سیرت ہے، انبیاء علیہم السلام نے انسانیت کو باہم جوڑا ہے، ان کے ذات پات کے رشتوں پر ایمانی تعلق کو مقدم رکھا ہے۔

صلح جوئی عظیم عمل ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کے اس عظیم عمل کی بنا پر جو شخص اس میں مشغول ہوتا ہے اس کے لیے آپ نے فرمایا اگر وہ دو افراد اور دو خاندانوں کو باہم جوڑنے اور اکٹھا کرنے کے لیے ایک دوسرے کے لیے اچھے جذبات اور عمدہ کلمات اور بہترین الفاظ وہ اپنی طرف سے ازخود ان کی طرف منسوب کر دیتا ہے جبکہ امر واقع میں ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی کی وجہ سے ایسا بعید از قیاس محسوس ہوتا ہو تو اس کے باوجود یہ مصلح شخص جھوٹا اور کذاب نہیں کہلوائے گا اس لیے اس پہ بظاہر کذب ان کو ایک دائمی وصف صدق پر جمع کر دے گا۔ باہم اکٹھے رہنا اور مل جل کر رہنا اور باہم محبت و مودت کے ساتھ رہنا یہ صدق ہے اور یہ حق ہے اور یہی تعلیم دین ہے اور یہی تعلیم اسلام ہے۔

اس لیے حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ روایت کرتی ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں میں صلح کرانے والا جھوٹا نہیں خواہ وہ صلح کے لیے کسی کی طرف کوئی اچھی بات منسوب کرے یا وہ اپنی طرف سے کسی کے متعلق کلمات خیر کہے۔‘‘ (صحیح بخاری، کتاب الصلح باب یصلح بین الناس، 2: 958، رقم 2546)

اسی طرح حضرت حمید بن عبدالرحمن روایت کرتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے پہلو دار بات کی اس نے جھوٹ نہیں بولا۔‘‘ (ابوداؤد، السنن کتاب الادب، باب اصلاح ذات البین، 4: 280، رقم 494)

صلح جوئی اور صلح پسندی افضل عمل ہے

اس مضمون کے حوالے سے حضرت ابی الدرداءؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں کوئی ایسا کام نہ بتاؤں جو درجے میں نماز، روزہ، زکوۃ سے بھی افضل ہے لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں ضرور بتایئے آپ نے فرمایا لوگوں کے درمیان صلح کرانا کیونکہ باہمی تعلقات کا بگاڑ امن و سلامتی کو تباہ کرنے اور (ظلم و زیادتی کو فروغ دینے) والا عمل ہے (اور رشتوں کی خرابی قطع رحمی کا باعث بنتی ہے)۔“ (احمد بن حنبل المسند، 6: 444، رقم 27548)

خلاصہ کلام

لوگوں کے درمیان اصلاح کرانا، ان کی ناراضگیاں ختم کرنا، ان کو باہم متحد و متفق کرنا اور ان کو یکجا اور اکٹھا کرنا اور ان میں باہم محبت اور مودت کو فروغ دینا، دشمنی و عداوت کو سرد کرنا اور ختم کرنا، ان سے نفرت اور منافرت کو مٹانا ان کو جنگ و جدال سے بچانا، ان کو تنازعات و اختلافات سے روکنا، ان کو اجتماعی مشترکات اور معاشرتی مفادات پر جمع کرنا، ان کو قتل و غارت سے روکنا ایک دوسرے کے خون کو بہانے سے روکنا، ایک دوسرے کا دشمن بننے سے منع کرنا، یہ مصلحانہ عمل سراسر پیغمبرانہ عمل ہے۔ یہ عباد صالحین کا عمل ہے۔ یہ اہل ایمان کا عمل ہے۔ یہ عمل ہی ایک مسلمان کا عمل ہے، اس اصلاحی عمل کو رسول اللہ ﷺ نے بہترین صدقہ قرار دیا ہے۔

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بہترین صدقہ دو قرابت داروں اور دو انسانوں کے درمیان صلح کرانا ہے۔“ (رواہ البخاری، بخاری، التاریخ الکبیر، 3: 2910، رقم 1007)

ہماری یہ انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے جہاں افراد لڑ رہے ہوں ان میں صلح کرائیں جہاں رشتے دار ناراض ہوں ان کو راضی کرائیں جہاں دوستوں کی دوستی میں سرد مہری آجائے۔ اس کو ختم کرائیں۔ جہاں دفتروں میں ناچاکی کا ماحول ہو۔ اس کا انسداد کریں جہاں کلاسوں میں نفرتیں ہوں ان کو محبتوں میں بدلیں۔ ہم جہاں رہیں، جس جگہ کام کریں، وہاں محبت اور مودت کا ماحول قائم کریں۔ لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کریں، ایک دوسرے سے دور نہ کریں۔ یہی دین ہے اور یہی اسلام ہے۔

باری تعالیٰ ہم سب کو معاشرے میں مصلحانہ اور ناصحانہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تعلیم وترقیٔ نسواں اور شاعرِ مشرق

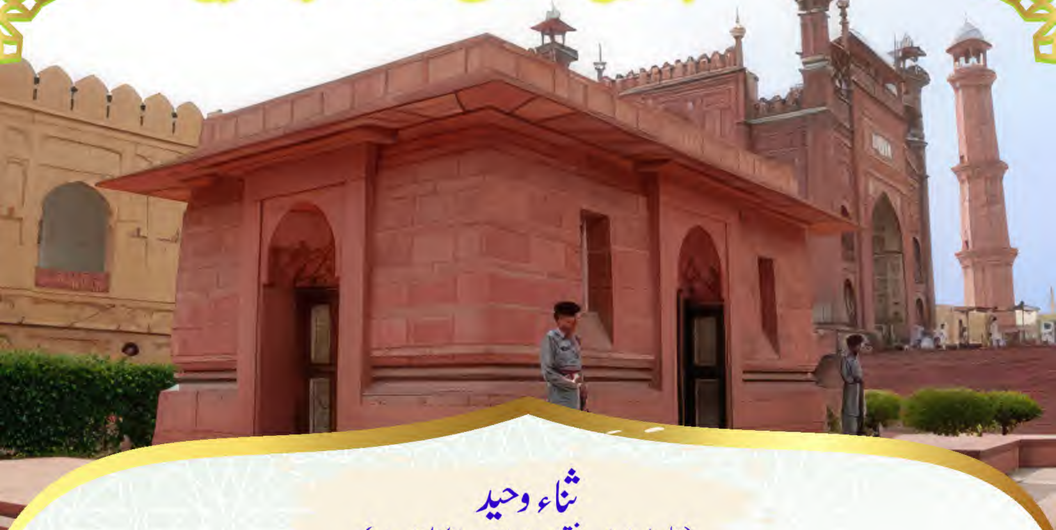

ثناء وحید
(ایڈیٹر ماہنامہ دختران اسلام، سائیکالوجسٹ)

'عورت' بلا شبہ خدا کا سب سے حسین ترین کرشمہ ہے، جو صرف حسین و جمیل ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں جذبات و احساسات، محبت و شفقت، صبر و نرمی، غمگساری، ایثار و قربانی، نازک خیالی، امور خانہ داری، نزاکت و نفاست و سلیقہ مندی جیسے اوصافِ جوہر سے مالامال کر کہ اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اللہ نے عورت کو جو مرتبہ عنایت کیا ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں، تاکہ عورت اپنی ازواجی زندگی کے ساتھ ساتھ سماجی زندگی کے طور پر بھی ایک بہترین معاشرے کی تعمیر و تشکیل کر سکے۔

جدید اردو شاعری میں حالیؔ اور اقبالؔ ایسے شاعر ہیں، جن کی شاعری میں عورت کو خاص مقام حاصل رہا ہے۔ ان کے کلام میں عورت کو ادب و احترام اور باعث عزت واہمیت کے پیش کیا گیا۔ جب کہ اردو شاعری کی تاریخ گواہ رہی ہے کہ پوری اردو شاعری خصوصاً غزلوں میں صنفی آلودگی اور سطحیت کی بھرمار ہے۔

اقبال نے عورت کی مدح سرائی نہیں کی، بلکہ اس موضوع پر غور و فکر کیا ہے۔ اقبال کو ایسے تمام فنکاروں سے شکایت تھی، جو عورت کے نام کو غلط استعمال کر کے ادب کی پاکیزگی اور اس کے اصل مقصد کو ٹھیس پہنچا تے ہیں۔ ایسی صورت حال کو اقبال نے قریب سے محسوس کیا اور کہا:

چشم آدم سے چھپاتے ہیں مقامات بلند
کرتے ہیں روح کو خوابیدہ بدن کو بیدار
ہند کے شاعر و صورت گرو افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

علامہ اقبال نے عورت کو اسلام کے احکامات کے مطابق اپنی شاعری میں پیش کیا۔ عورت کے پردے سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بہت رنگ بدلے سپہر بریں نے
خدایا یہ دنیا جہاں تھی، وہیں ہے
تفاوت نہ دیکھا زن و شو میں میں نے
وہ خلوت نشیں ہے، یہ خلوت نشیں ہے
ابھی تک ہے پردے میں اولاد آدم
کسی کی خودی آشکارا نہیں ہے

اقبال نے عورت کے تصور اس سے متعلق اپنے خیالات کے اظہار میں عورت کی حفاظت سے متعلق بھی اشعار لکھے، ملاحظہ فرمائیں:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

علامہ اقبال کے خیال میں عورت کی سلامتی اور تحفظ مرد کی نگہبانی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مزید عورت اور تعلیم کے ضمن میں اقبال نے یہ بھی تو کہا ہے کہ:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

یہ ایک اہم مسئلہ ہے یعنی اقبال کو تعلیم نسواں کی اہمیت سے انکار نہیں البتہ ایسی تعلیم جو زن کو نازن بناتی ہے اور اس کے تشخص کو خراب کرے ان کی نگاہ میں لائق مذمت ہے۔

اقبال اپنے زمانے کے تقاضوں سے بخوبی آگاہ تھے اور تعلیم نسواں کے دور رس نتائج بھی ان کی نگاہ رمز شناس سے اوجھل نہیں تھے۔ چنانچہ انھوں نے نہ صرف عورتوں کی تعلیم و تربیت پر خاطرخواہ زور دیا بلکہ علم کو عورت کا بیش بہازیور قراردیا۔ اپنے ایک مضمون بعنوان 'قومی زندگی' میں جو ماہنامہ 'مخزن' (لاہور) کے 1904کی فائل میں شامل ہے تحریرفرمایاتھا:

"پس ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مرد کی تعلیم ایک فرد واحد کی تعلیم ہے مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دیناہے۔"

اقبال کے نزدیک عورت ایک ایسی مقدس اور پاکیزہ، ہستی کے مترادف ہے جسے بوالہوسوں کی نظر بد سے بچائے رکھنے کی ضرورت ہے اسی لئے وہ بھی اکبر الہ آبادی اوراس عہد کے دیگر کئی دانشوروں کی طرح اسے شمع محفل کی بجائے 'چراغ خانہ' کی حیثیت سے زیادہ قابل قدر سمجھتے تھے۔ مغربی تہذیب کی رو میں بہہ کر مشرقی عورت کا جلوت پسند ہوجانا اقبال کو ناپسند تھا۔ عورتوں کی تعلیم و ترقی کے دوش بدوش ان کی اخلاقی تربیت کو بھی اقبال اتنا ہی ضروری سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ آئینۂ دل ہے مکدر
بڑھ جاتاہے جب ذوق نظر اپنی حدوں سے
ہوجاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر

مغرب پرست پردے کو عورت کی ترقی کے راستے کا سب سے بڑا روڑا سمجھتے ہیں لیکن اقبال کا خیال ہے کہ:

"عورت فاطرالسمٰوات والارض کی مقدس ترین مخلوق ہے اوراس کا جنسی وجود اس امر کا متقاضی ہے کہ اجنبی نگاہوں سے بہر نوع محفوظ رکھاجائے۔" (لیورپول پوسٹ، مطبوعہ 1933)

اقبال کے نزدیک بے پردگی عورتوں میں اخلاقی زوال کا سبب بنتی ہے اور وہ ترقی ترقی نہیں جس سے عورت کی تقدیس خطرے میں پڑجائے، اسی احساس کے تحت آپ نے فرمایاتھا:

دیار مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زر کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائدار ہوگا

الغرض پردے سے متعلق علامہ اقبال کے نظریات و تصورات میں کوئی تضاد نہیں ہے اور وہ ان خیالات کا اظہار بڑی بیباکی اور جرأت کے ساتھ کرتے رہے۔ یہ خوف یا مصلحت ان کے آڑے کبھی نہیں آئی کہ یوروپ میں رہنے اور مغربی تعلیم سے آراستہ ہونے کے باوصف ان کے ایسے اشعار سے زمانہ انہیں کو تنگ نظریا قدامت پسند قرار دے گا۔

علامہ اپنی نظم ''آزادی نسواں'' میں کہتے ہیں۔

اس بحث کا کچھ فیصلہ میں کرنہیں سکتا
گو خوب سمجھتاہوں کہ یہ زہر ہے وہ قند
کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند
اس راز کو عورت کی بصیرت ہی کرے فاش
مجبور ہیں معذور ہیں مردان خرد مند
کیا چیز ہے آرائش و قیمت میں زیادہ
آزادی نسواں کہ زمرد کا گلوبند

بے شک اقبال کے زمانے میں تو کیا ہمارے عہد تک میں ایسی خواتین بھی مل جائیں گی جنہیں آزادی نسواں کے مقابلے میں زیورات سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اگر تاویل کرنی ہوتو کہہ سکتے ہیں کہ علامہ اقبال نے ایسی ہی خواتین کو طنز ملیح کا نشانہ بنایاہے لیکن عورت اور مرد کی مساوات سے متعلق مغربی نظریات کو رد کرتے ہوئے اقبال نے ایک لکچر میں واضح طورپر کہاتھا۔

''میں مرداور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوں۔ قدرت نے ان کو جداجدا خدمتیں تفویض کی ہیں۔'' (روح اقبال، یوسف حسین خاں، ص 334)

اقبال کے ہاں فکرو نظر اور جذبہ و احساس کی ایسی رنگارنگی اور تنوع موجود ہے کہ ہر شخص

اقبال کو اپنی نگاہ اوراپنے زاویے سے دیکھتا ہے۔ پھر جہاں مسائل کو انفرادی احساس و تاثر سے قطع نظر مذہبی اورسیاسی وسماجی نظریات اوراجتماعی و قومی محسوسات کی سطح سے دیکھنے اور برتنے کارجحان کارفرماہو، وہاں اقبال جیسے کثیرالجہات شاعر کی گوناگوں تعبیریں فطری ہیں۔

شاعرِ مشرق نے مقامِ نسواں کی سربلندی کے لئے لافانی نظم کہی:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اس کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی، لیکن
اس کے شعلے سے ٹوٹا، شرارِ افلاطوں

اقبال نے ان اشعار میں وجودِ زن کی عظمت کا راگ اتنی بلند آواز میں الاپا ہے کہ اس دنیا ہی کو نہیں، پوری کائنات کو اس میں شامل کر لیا ہے۔ اس کائنات (Universe) میں وہ ساری دنیائیں شامل ہیں کہ جن کو انسان اب تک دریافت کر چکا ہے یا مستقبل میں دریافت کرے گا ان سب میں عورت کے ساز سے ہی زندگی کا سوز دروں پیدا ہے اور ہو گا۔ یہ سوز و سازِ زندگی صرف اور صرف عورت ہی کی بدولت ہے۔

عورت وہ ہستی ہے کہ اس کی خاک ثریا اور مہ و پرویں سے بھی اونچی ہے کہ کائنات کا ہر شرف اور ہر گوہر اسی خاک سے جگمگا رہا ہے۔اور آخری شعر میں کہا گیا ہے کہ عورت نے اگرچہ مکالمات جیسی لازوال تصنیف تخلیق نہیں کی لیکن مکالمات لکھنے والا اسی عورت کے بطن سے ہی پیدا ہوا۔ یاد رہے مکالمات (ڈائیلاگ) افلاطون کی سب سے معروف تصنیف ہے۔

لیکن اقبال نے کہا ہے کہ عورت ”مکالمات“ تو نہ لکھ سکی تاہم مکالمات لکھنے والا اسی ہستی نے پیدا کیا۔اور وہ جملہ تو گویا ایک مقولہ بن چکا ہے کہ: ”عورت پیغمبر تو نہ بن سکی لیکن ہر پیغمبر اور رسول کی ماں، عورت ہی ہے!

مقام و احترامِ نسواں کے موضوع پر علامہ کے کئی اور فارسی اشعار بھی نوکِ زبان بن رہے ہیں لیکن میں قارئین کی توجہ اس موضوع پر ان کے اردو اشعار کی طرف کروانہ چاہتی ہوں۔ضربِ کلیم میں عورت کے موضوع پر ایک مختصر اردو نظم یہ ہے:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہء زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے، بے چارہ زن شناس نہیں

جہاں تک عورت کے مقام کا تعلق ہے تو علامہ کہتے ہیں کہ عورت ایک ایسی محترم ہستی ہے کہ جس کی شرافت کی گواہی چاند اور ستارے بھی دیتے ہیں۔ لیکن افسوس یہ حقیقت حکیمانِ فرنگ (مغربی فلاسفروں) کی سمجھ میں نہیں آسکی کہ عورت کا باوقار مقام متعین کر دیں۔یہی وجہ ہے کہ افرنگی سماج میں مسئلہء زن کی تفہیم کی ناسمجھی سے فساد پیدا ہو رہا ہے۔

ایک دوسری نظم (''ایک سوال'') سے صرف دو اشعار کا زکر کرونگی جو درج ذیل ہیں:

کوئی پوچھے حکیمِ یورپ سے
ہندو یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال؟
مرد بے کار و زن تہی آغوش

علامہ کی بصیرت کا اندازہ کیجئے کہ انہوں نے تقریباً ایک صدی پہلے اس دور میں عورت کے مقام کے بارے میں یہ راز فاش کر دیا تھا جبکہ اس وقت کوئی مغربی فلاسفر مقامِ نسواں کا تعین نہیں کر سکا۔ یہ صرف اسلام اور قرآن تھا (اور ہے)کہ جس نے عورت کے مقام کے ایک ایک پہلو کو اجاگر کرکے دکھایا۔تفسیر کی تفصیل میں بے شک نہ جایئے صرف کسی بھی اچھے مترجم کا قرانی ترجمہ اردو (یا انگریزی میں) پڑھ لیجئے۔آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مغرب کی عورت تہی آغوش کیوں ہے اور مرد بیکار کیوں ہے۔اس شعر میں بیکار کا مطلب بے روزگار نہیں، بلکہ ناکردہ کار، بے عقل، ناسمجھ اور نااہل ہے۔ ہم مغرب کو ایجادات کا امام مانتے ہیں لیکن اس امام نے کوئی ایسی ایجاد اب تک ہمارے سامنے نہیں رکھی جو مقامِ نسواں کا تعین کر سکتی۔

خواتین کا معاشرتی و اصلاحی کردار

سمیہ اسلام

اسلام سے پہلے دنیا نے جتنی بھی ترقی کی ہے اس میں صرف مرد کا حصہ ہے عورت کا کہیں بھی کوئی کردار نہیں لیکن اسلام آیا تو اس نے دونوں صنفوں کی کوششوں کو وسائل ترقی میں شامل کر لیا۔ اسلام نے جو عزت اور مقام عورت کو عطا کیا ہے اُس کی مثال نہ تو قومی تاریخ میں ملتی ہے اور نہ ہی دنیا کی مذہبی تاریخ میں۔ اسلام نے صرف عورت کے حقوق ہی نہیں مقرر کئے بلکہ ان کو مردوں کے برابر درجہ دے کر مکمل انسانیت قرار دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت چاہے ماں، بہن، بیوی اور بیٹی ہر روپ میں قدرت کا قیمتی تحفہ ہے جس کے بغیر کائناتِ انسانی کی ہر شے پھیکی اور ماند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کا محافظ اور سائبان بنایا ہے ۔ عورت اپنی ذات میں ایک تناور درخت کی مانند ہے جو ہر قسم کے سرد و گرم حالات کا دلیری سے مقابلہ کرتی ہے۔ اسی عزم و ہمت، حوصلہ اور استقامت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو اس کے قدموں تلے بچھا دیا۔ عورت ہی وہ ذات ہے جس کے وجود سے کم و بیش ایک لاکھ 24 ہزار انبیائے کرام علیھم السلام نے جنم لیا اور انسانیت کے لئے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر آئے۔ حضرت حوا علیہا السلام سے

اسلام کے ظہور تک کئی نامور خواتین کا ذکر قرآن و حدیث اور تاریخ اسلامی میں موجود ہے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج حضرت سارہؑ، حضرت ہاجرہؑ، فرعون کی بیوی آسیہ، حضرت ام موسیٰ، حضرت مریم، ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، سیدہ کائنات حضرت فاطمہؓ، حضرت سمیہؓ، اور دیگر کئی خواتین ہیں جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔

تاریخ اسلام خواتین کی قربانیوں اور خدمات کا ذکر کئے بغیر نامکمل رہتی ہے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ میں مردوں کے ساتھ عورتوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں مسلم خواتین کا جو کردار رہا وہ آج ساری دنیا کی خواتین کے لئے ایک واضح سبق بھی ہے۔ اسلام کو سب سے پہلے قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنیوالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رازدار، ہمسفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ذات گرامی ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے نہ صرف سب سے پہلے اسلام قبول کیا بلکہ سب سے پہلے عمل کیا اور اپنی پوری زندگی جان و مال سب کچھ دین اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ نے 3 سال شعب ابی طالب میں محصور رہ کر تکالیف اور مصائب برداشت کئے اور جب 3 سال کے بعد مقاطعہ ختم ہوا تو آپؓ اس قدر بیمار اور کمزور ہو گئیں کہ اسی بیماری کے عالم میں خالق حقیقی سے جا ملیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں ایک ایسی خاتون بھی ہیں جن کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے صحابیات تو درکنار صحابہ کرام نے بھی علم حدیث حاصل کیا۔ وہ خوش نصیب حضرت عائشہؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج میں منفرد مقام حاصل ہے۔ آپؓ اپنے ہم عصر صحابہ کرام اور صحابیاتِ عظامؓ میں سب سے زیادہ ذہین تھیں۔ اسی ذہانت و فطانت اور وسعتِ علمی کی بنیاد پر منفرد مقام رکھتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا آدھا دین عائشہؓ کی وجہ سے محفوظ ہو گا۔ 8 ہزار صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں۔

تاریخ اسلام خواتین کی قربانیوں اور خدمات کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے

خاتون جنت، سردارانِ جنت کی ماں اور دونوں عالم کے سردار کی بیٹی حضرت فاطمہؓ کی زندگی بھی بے مثال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہؓ ایک عظیم اور ہمہ گیر کردار کی مالکہ تھیں جو ایک بیٹی کے روپ میں، ایک ماں کی شکل میں اور ایک بیوی کے کردار میں قیامت تک آنے والی خواتین کیلئے نمونۂ حیات ہیں جنہوں نے اپنے عظیم باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرتے ہوئے بچپن میں سرداران قریش کے ظلم و ستم کا بڑی جرأت مندی، شجاعت، ہمت اور متانت سے سامنا کیا۔ حضرت فاطمہؓ چھوٹی تھیں۔ ایک دن جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحن کعبہ میں عبادت الٰہی میں مشغول تھے کہ ابوجہل کے اشارہ پر عقبہ بن ابی معیط نے مذبوحہ اونٹ کی اوجھڑی کو سجدہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن پر رکھ دیا، حضرت فاطمہؓ دوڑتی ہوئی پہنچیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذیت و تکلیف کو دور کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت بہادر اور نڈر خاتون تھیں۔ آپ دوران جنگ بے خوف وخطر ہو کر زخمیوں کو میدان جنگ سے باہر لاتیں اور ان کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ انہوں نے غزوہ خندق کے موقع پر نہایت بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جب دوران جنگ ایک یہودی مسلمان خواتین پر حملہ آور ہوا تو آپؓ نے اس پر زوردار وار کیا جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔

حضرت ام عمارہؓ مشہور صحابیہ تھیں۔ انہوں نے غزوہ احد میں جبکہ کفار مکہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں ایسی انتہائی نازک حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کیا اور شمشیر زنی کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت حاجرہؑ کا تذکرہ کرنا نہایت ہی اہم ہو گا۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب مکہ کی بے آب وگیاہ بنجر زمین میں حضرت حاجرہ کو چھوڑ دیا تو حضرت ہاجرہ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اپنے خاوند کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسماعیلؑ کے لئے پانی کی تلاش میں دیوانہ وار صفا اور مروہ کے درمیان دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تقلید قیامت تک کیلئے تمام مردوں اور عورتوں پر لازم کر دی۔ ان پاکیزہ خواتین کے تذکرے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ آج کی خواتین اِن محترم ہستیوں کی زندگی کو اپنا آئیڈیل بنائیں اور اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں۔

معاشرے کی بلندی اور زوال میں سب سے نمایاں کردار ایک عورت کا ہوتا ہے۔ کسی مفکر نے کیا ہی بہترین عکاسی کی ہے کہ ”ایک پڑھے لکھے معاشرے کی بنیاد تعلیم یافتہ اور بااخلاق عورت ہوتی ہے۔“ صحابیاتؓ اِس کی اعلیٰ مثال ہیں۔ آپؓ کی جرأت، بہادری اور ایمان بے مثال ہے۔ آج معاشرے

کی تبدیلی تبھی ممکن ہے جب ہم ان صحابیاتؓ کے نقش قدم پر چلیں ان جیسی خصوصیات اپنے اندر پیدا کرنے کی حتی الامکان کوشش کریں۔

معاشرے کی فلاح و بہبود میں خواتین کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور فرد کی اصلاح ایک مسلسل عمل کی متقاضی ہے، کیونکہ افراد کا تشکیل پذیر معاشرہ بھی افراد ہی کی طرح ہمیشہ اصلاح کا طلبگار رہتا ہے، بالخصوص موجودہ دور میں معاشرے میں اعلیٰ اقدار زوال پذیر ہوتی جارہی ہیں۔ اچھائیوں کا تناسب روز بہ روز کم اور برائیاں بڑھ رہی ہیں، لہٰذا معاشرے میں اصلاح کی ضرورت پہلے کے مقابلے آج کچھ زیادہ ہی ہے۔ معاشرے کی بنیادی اکائی گھر اور خاندان ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے
تین سال شعب ابی طالب
میں محصور رہ کر تکالیف اور
مصائب برداشت کئے

گھروں کا ماحول پاکیزہ اور اعلیٰ اقدار کا حامل ہو گا تو معاشرے کی ہر اکائی خود بخود بہتر ہو جائے گی، اس طرح ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اصلاحِ معاشرہ میں خواتین کے کردار پر قلم اٹھانے سے پہلے یہ حقیقت ہمارے سامنے آنا ضروری ہے کہ خواتین تعداد کے اعتبار سے معاشرے میں مردوں پر سبقت رکھتی ہیں، اس حوالے سے خواتین کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ دوسرا معاشرے کی بنیادی اکائی گھر، چونکہ خواتین کے دائرہ کار کا محور ہوتا ہے اس لئے معاشرے کے بگاڑ کی اصلاح کے لئے گھر کو معاشرے کی بنیادی اکائی بنا کر اسے بہتری کی طرف لانا خواتین کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، اسے بہتر طریقے سے منظم کر کے معاشرے کو فلاح کی طرف لانا بہت ضروری ہے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خانگی زندگی کا دارو مدار صنفِ نازک پر ہی ہوتا ہے۔

عورت معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ معاشرے میں خواتین کا اہم کردار ہوتا ہے لیکن اپنے حصے کی کارکردگی انجام دیتے ہوئے معاشرے کو جوڑے رکھنا اور اس میں پیدا ہونے والے مسائل کا سامنا کرنا یا ان مسائل کو حل کرتے ہوئے کامیاب ہونا یہ بہت ضروری اور بڑی ذمہ داری ہے۔ یہ سب آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے خواتین کو اپنی جواب دہی طے کر کے بڑے پیمانے پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اگر معاشرتی نظام میں اپنے آپ کو ہر فن مولا کے کردار میں پیش کریں تو اپنے کام، اپنی سوچ

اور غور و فکر کی صلاحیتوں کے جوہرات سے معاشرے کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ خواتین صحیح کا ساتھ دے کر اور غلط کی مخالفت کر کے معاشرے کو اہم تعاون دے سکتی ہیں۔ دولت، شہرت اور وقتی چمک دمک کے بنا بھی خواتین اپنی بہتر کارکردگی کے ذریعے معاشرے کو کامیاب بنا سکتی ہیں۔

انسانی معاشرہ مرد و عورت سے تشکیل پاتا ہے اور دونوں ہی اس کی تعمیر و ترقی اور اس کی اصلاح و سدھار میں برابر کے ساجھے دار ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک سچائی ہے کہ اگر ایک عورت مضبوط کردار کی مالک، اپنے ارادوں کی دھنی اور لگن کی پکی ہے تو اپنے گھر کیا، سماج و معاشرے کو بھی کامیاب بنانے میں نمایاں کردار نبھا سکتی ہے۔ مولانا مختار احمد ندویؒ فرمایا کرتے تھے "ایک مرد کی تعلیم، ایک فرد کی تعلیم ہے جبکہ ایک عورت کی تعلیم، پورے خاندان اور سماج کی تعلیم ہے۔" اور حقیقت بھی یہی ہے کیونکہ عورت وہ مضبوط چٹان ہے جو اگر ٹھان لے تو کچھ بھی کر سکتی ہے اور یہ بھی سچائی ہے کہ معاشرے کی اصلاح میں خاتون خانہ کا رول نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ عورت تعلیمی میدان میں آگے بڑھے اور اسلامی حدود و قیود کی پابندی رہے۔ یقیناً وہ اپنے معاشرے کیلئے مفید ثابت ہو گی۔

عورت میں یہ فطری صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ہر بگاڑ کو درست کر سکتی ہے۔ معاشرے کی اصلاح و کامیابی کے ضمن میں خواتین کی فعال کارکردگی بے حد اہم ہے۔ اگر خواتین کی دُنیا صرف اپنے گھر اپنے خاندان، اپنے بچوں اور ذاتی مفادات تک ہی محدود نہ ہو تو خاتونِ خانہ یا ملازمت پیشہ دونوں قسم کی خواتین اپنی خانگی ذمہ داریوں کو پُورا کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کی بہتری اور اصلاح کے لئے بھی حسبِ استطاعت کچھ نہ کچھ شراکت کر سکتی ہیں۔ اس فہرست میں سب سے اوّل اپنے بچوں کی بہترین پرورش و تربیت کرنا اور اہلِ خانہ کیلئے گھر میں صحتمند و مہذب ماحول فراہم کرنا ہے۔ معاشرے کیلئے کارآمد اور نافع افراد بہترین گھروں اور خواتین کی اعلیٰ بہترین تربیت و انتظام کا عکس ہوتے ہیں۔ عورت میں قُدرت نے یہ فطری

> **ازواجِ مطہرات سے**
>
> **صحابیات کے ساتھ ساتھ**
>
> **اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے**
>
> **بھی علمِ حدیث حاصل کیا**

صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر بگاڑ کو دُرست بھی کر سکتی ہے اور کامیابی کی منزلوں تک معاشرے کی مکمل، اور بہترین رہنمائی بھی کر سکتی ہے۔ معاشرے میں پھیلی برائیوں کی بیخ کنی اور سد باب کے لئے خواتین کو کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں، اپنے خاندان گھروں اور بستیوں سے بھی اصلاح معاشرے کے اس کارِ خیر کی ابتدا ممکن ہے۔ ہمارے تعاون سے اگر سماج کی ایک بُرائی بھی دور ہو سکے تو یہ ایک خوش آئند قدم ہو گا۔

جس طرح گھر کو جنت بنانے میں خواتین اہم کردار ادا کرتی ہیں اسی طرح معاشرے کی کامیابی کا انحصار بھی کچھ حد تک خواتین پر ہوتا ہے۔ ایک معاشرہ تبھی کامیاب ہو گا جب معاشرے میں رہنے والے افراد خصوصاً نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھائیں گے۔ معاشرے میں رہنے والے افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس خود بخود نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ ان کی تربیت پر منحصر کرتا ہے۔ گھر کا ماحول اور طرز زندگی افراد کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتی ہیں۔

بچوں کی جیسی تربیت کی جائے وہ بڑے ہو کر ویسے ہی بنتے ہیں۔ ان کا برتاؤ اچھی بری تربیت کی عکاسی کرتا ہے۔ بچوں کی پرورش ایک ماں ہی بہتر طریقے سے کر سکتی ہیں کیونکہ وہ والد کی بہ نسبت زیادہ وقت بچوں کے ساتھ گزارتی ہیں اور عموماً بچے ماں ہی سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ ماں کے ذریعے بچوں کی بہترین تربیت ہی ہے جو بچوں کو معاشرے میں غلط کاموں سے روکتی ہے، عورتوں اور بزرگوں کی عزت کرنا سکھاتی ہے، اپنے معاشرے اور ملک کے لئے کچھ کر گزرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ لہٰذا معاشرے کو کامیاب بنانے میں خواتین کی کارکردگی نہایت اہم ہے۔

> حضرت اُم عمارہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفاع کے لئے شمشیر زنی کا ناقابل فراموش مظاہرہ کیا

افراد سے مل کر ہی معاشرہ جنم لیتا ہے اور معاشرے میں مرد اور خواتین دونوں ہی اپنے اپنے حساب سے تعاون کرتے ہیں۔ ایک کامیاب معاشرہ وہی ہو سکتا ہے جس میں امن، چین، سکون ہو، انصاف ہو، باہمی رواداری ہو، مطلب پرستی سے پاک ہو، کسی بھی قسم کی زور زبردستی نہ ہو اور ہر معاملے میں مثبت رویہ ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ شروع ہی سے اچھی تعلیم و تربیت کا نظام قائم کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ماں کی گود بچے کیلئے پہلا

مدرسہ ہوتا ہے۔ اسلئے معاشرے کی کامیابی میں تعلیم یافتہ خواتین کا زبردست رول ہے۔ تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ خواتین ہی اچھے برے کی تمیز سکھا سکتی ہیں، قدم قدم پر اصلاح کر سکتی ہیں، حوصلہ افزاء کلمات سے ان کی صلاحیت میں نکھار لا سکتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو بہت عمدہ طریقے سے پروان چڑھائیں گی اور بہترین معاشرہ وجود میں آئے گا۔ معاشرے کو کامیاب بنانے کے لئے خواتین کا رول بہت ہی اہم ہے۔ اس کو کسی بھی طرح نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اچھی صحبت میں پرورش پائی ہوئی ناخواندہ خواتین بھی اپنے بچوں کو بہت عمدہ طریقے سے لے کر چلتی ہیں اور بہترین انسان بناتی ہیں۔ اس لئے خواتین کا تہذیب یافتہ ہونا اشد ضروری ہے۔

یہ کہاوت عام ہے کہ مرد اگر دیندار ہو تو دین گھر تک پہنچ جاتا ہے اور اگر عورت دیندار ہو تو دین نسلوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ایک عورت ایک پایۂ دار معاشرے کو تشکیل دے سکتی ہے اور اس کے لئے سب سے اہم اور ضروری حصہ ہے اولاد کی صحیح تربیت ہے۔ کیونکہ ایک معاشرہ انسانوں ہی سے بنتا ہے اور جب اس میں رہنے والے اچھی تربیت کے زیر اثر ہوں گے تو مضبوط کردار کے بھی حامل ہوں گے تو اس طریقے سے عورت معاشرے کو کامیاب بنانے میں تعاون کر سکتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی خاص طور پر لڑکیوں کی نیک تربیت کرے کیونکہ پہلے کی عورتوں نے تو پوری قوم کی نمائندگی کی ہے اور یہاں تو بات بہرحال معاشرے کی ہے۔ اس کے علاوہ لڑکیوں کا تعلیم یافتہ ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ تعلیم کے ذریعے انسان کو صحیح اور غلط کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ لڑکیاں تعلیم یافتہ ہوں گی تو مستقبل میں ایک بہتر ماں کا کردار ادا کر سکے گی۔ اسی کے ساتھ وہ اپنے امور خانہ داری کو بہتر انداز میں چلا سکے گی۔ جب وہ اپنے گھر کو جنت کا نمونہ پیش کرے گی تو ایک اچھا معاشرہ بھی تشکیل پائے گا۔

خواتین کے حقوق اور استحصالی رویے

ڈاکٹر نورین روبی (ایسوسی ایٹ پروفیسر)

ریاست اپنے باشندوں کی جان و مال، عزت و ناموس کا بنیادی انسانی حقوق کی امین ہوتی ہے۔ ایک کامیاب ریاست میں انصاف کا بول بالا ہوتا ہے جن ریاستوں میں قانون کی بالادستی ہوتی ہے وہاں امن وآشتی اور ترقی وخوشحالی کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو ملک بھر میں جنگل کا قانون اپنے ڈیرے جمالیتا ہے۔ طاقتور کمزوروں کو نگلنے لگتے ہیں۔ لاقانونیت اور انتشار کی وجہ سے بے یقینی اور عدم تحفظ کا احساس جنم لینے لگتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں مردوں کی اجارہ داری اور بالادستی قائم ہے لیکن خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد ریاستی جبر کا شکار ہوتی ہے۔ ریاستی جبر دراصل ریاست کی جانب سے کسی بھی شہری کے بنیادی انسانی حقوق کو ہر جائز وناجائز طریقوں سے سلب کرنے کا نام ہے۔ خواتین جو ہماری آبادی کا نصف ہیں انھیں صنف نازک گردانتے ہوئے ان پر ہر طرح کی بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ سلسلہ نچلی سطح سے لے کر ارباب اختیار تک جاری وساری ہے۔ ریاست جب انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی بلکہ تعلیم، قانون، صحت، معاشرتی سماجی، معاشی واقتصادی لہٰذا صنفی امتیازی سلوک روا رکھتی ہے تو یہ ریاستی جبر کہلاتا ہے۔ خواتین اس کا بآسانی شکار ہو جاتی ہیں اور مختلف اجتماعی اور سماجی مسائل کا بھی سامنا کرتی ہیں۔

پاکستان میں معاشرتی عدم انصاف کی عدم دستیابی کی وجہ سے ہونے والے ریاستی جبر کا نشانہ خواتین بنتی ہیں۔ اگر پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو 1947ء سے اب تک زندگی کے مختلف محاذوں پر خواتین کسی نہ کسی صورت میں ریاستی جبر کا شکار ہوتی چلی آئی ہیں۔ ہجرت کے وقت مہاجرین کے کیمپوں سے لے کر آج تک خواتین اتنے برس گزر جانے کے باوجود آج بھی شہر کے چوراہوں پر تشہیر ہوتی دکھائی دے رہی ہیں۔ سماجی ناانصافی، معاشی ناہمواری اور افلاس کی خاطر چند ٹکوں پر بکنے والی بچیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ ان میں مختلف تعلیمی اداروں سے وابستہ طالبات بھی شامل ہیں۔ یہ بہت بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہے یہاں حقوق نسواں کی علمبردار تنظیمیں، سیاسی قوتیں اور مذہبی اور سماجی مکتب فکر چپ سادھے ہوئے ہیں کیونکہ ریاست اس سے لاتعلق محسوس ہوتی ہے۔

ریاستی جبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خواتین ووٹ دینے کے آزادانہ حق سے بھی محروم کردی جاتی ہیں۔ گھر کے سربراہ کی مرضی کا ووٹ کاسٹ کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ سماجی و ثقافتی روایات اور سوسائٹی کے انتہا پسند خیالات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یوں تو اب خواتین سیاست کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں لیکن انھیں بہت سے اجتماعی اور سماجی مسئلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جن میں ہراساں کرنا، ذہنی و جسمانی تشدد وغیرہ شامل ہیں۔ سیاست میں ان کی شرکت ان کے حقوق، جان و مال کی حفاظت اہم ترین مسئلہ بن گئی ہے۔ خواتین کو مخصوص سامراجی طاقتوں اور استبدادی دباؤ کے ذریعے ان کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کردینا ریاستی جبر ہی کہلائے گا۔ اس کے تحت خواتین کے حقوق محدود کردیئے جاتے ہیں۔ ان کو اپنی

آواز دوسروں تک پہنچانے کی اجازت نہیں دی جاتی اور انہیں مختلف ہتھکنڈوں سے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے اور انتہائی صورتوں میں قید و بند صعوبتوں کے علاوہ وحشیانہ تشدد اور بربریت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ریاستی جبر کی ایک صورت خواتین کے صحت اور تعلیم کے حقوق کی عدم دستیابی ہے۔ بڑے بڑے شہروں اور دور دراز علاقوں میں آج بھی خواتین کی بہت بڑی تعداد جو تعلیم کی بنیادی سہولت سے محروم ہے۔ اسی طرح صحت کی سہولیات ان میں سر فہرست ہیں۔ خواتین کے حوالے سے عمومی تاثر یہ دیا جاتا ہے کہ انھیں صرف انتہائی صورتوں میں علاج کی سہولیات کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے بچیوں اور خواتین کی بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو غذائی کمی، خون کی کمی کا شکار ہے اور دوران زچگی اموات کی تعداد میں بھی دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس معاملے میں بھی ریاست خاموش ہے۔ عملی اقدامات کے فقدان کی وجہ سے قانون سازی محض لفظی کاریگری بن کر رہ گئی ہے۔

ریاست انصاف اور قانون کی بالادستی کا نام ہے۔ پاکستان میں گھریلو تشدد ایک سنگین مسئلہ بن کر ابھر رہا ہے ہیومن رائٹس کمیشن پاکستان کی رپورٹ کے مطابق تقریباً 90% پاکستانی خواتین اپنی زندگی میں کسی نہ کسی سطح پر خانگی تشدد کا شکار ہوئی ہے۔ گھریلو تشدد کے حوالے سے پاکستان خواتین کے لیے چھٹے نمبر پر خطرناک ملک قرار دیا گیا ہے۔ ایسی خواتین کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے جو گھریلو تشدد کی کسی نہ کسی صورت سے اپنے آپ کو بچا پاتی ہیں۔ اگرچہ اب جائے ملازمت، تعلیمی اداروں اور خانگی سطح پر ہراساں کرنے کے قوانین اور ایپس بنائی جا چکی ہیں لیکن ان پر سختی سے عمل درآمد نہیں کیا جا رہا جس کی وجہ سے شکایت کنندہ اور اس کے اہل خانہ ایک نئے عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پاکستان ایک اسلامی اور فلاحی مملکت ہے۔ اس ریاست اسلام کو ایسے اقدامات اٹھانے چاہیے کہ لوگ قرآن و سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں زندگی گزار سکیں۔ بصورت دیگر موجودہ صورتحال سے کون واقف نہیں گذشتہ کئی سالوں سے خواتین کو جس طرح وحشیانہ تشدد اور زندگی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ لاقانونیت اور بے انصافی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگر ارباب اختیار خواتین کے ساتھ غیر اخلاقی اور ناروا سلوک روا رکھیں گے تو ایک عام آدمی کی اخلاقی حدوں کو تاراج کرنے میں حد سے گزر جائے گا۔

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست کو چاہیے کہ خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لیے ایسے اقدامات اٹھائے کہ انہیں تعلیمی، سیاسی، سماجی، گھریلو سطح پر حقوق اور تحفظ حاصل ہو سکے۔ عدلیہ کے مضبوط نظام کے ذریعے ان کے لیے انصاف کی فراہمی کے لیے موثر قانون سازی کی جائے اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے تاکہ خواتین کی ترقی اور معاشرتی و سماجی بہتری اور حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے ریاست کو ترقی کی طرف گامزن کیا جا سکے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خواتین کیلئے رول ماڈل

ڈاکٹر انیلہ مبشر

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حقوق نسواں کے لیے ایک موثر آواز بلند کی اور عالم نسواں کی رہنمائی کا حق ادا کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ولادت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ام رومانؓ کے ہاں ایک روایت کے مطابق نبوت کے پانچویں برس ہوئی۔ آپ وہ عظیم المرتبت اور خوش قسمت ہستی تھیں کہ آپ نے ابتدائی ایام میں بھی کفر و شرک کی آواز نہ سنی۔ بچپن سے ہی آپ کی شخصیت ذکاوت، ذہانت اور قوتِ حافظہ جیسی بے پناہ صلاحیتوں سے مزین تھی۔ تاریخ، ادب، شاعری اور طب میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا کہ یہ علوم آپ نے والد بزرگوار حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سیکھے۔ ہجرت مدینہ کے بعد رخصتی کی رسم ادا ہوئی تو کاشانہ نبوت میں حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت سے داخل ہوئیں۔ لڑکپن سے ہی معلم انسانیت کے نور علم سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ آدابِ معاشرت، تہذیب و شائستگی، تزکیہ اخلاق، اسرارِ شریعت، کلام الٰہی کی معرفت اور احکام نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل آگاہی ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تقریباً 9 سال تک نبوت عظمیٰ پر فائز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریکِ حیات رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بیوہ ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حرم مدینہ میں تقریباً 47 برس تک شمع ہدایت رہیں۔ 17 رمضان المبارک 58ھ دار فانی سے رخصت ہو گئیں۔

تمام تر خصائل و مناقب کے ساتھ ساتھ آپ آنحضرت ﷺ کی بہت لاڈلی اور محبوب زوجہ تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاص ؓ نے حضور ﷺ سے دریافت فرمایا آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ ؓ کو اور پھر پوچھا مردوں میں تو آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ ؓ کے والد ابو بکر ؓ کو۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو دوسری ازواج پر کئی باتوں میں فضیلت تھی۔

حضرت جبرئیل ؑ ان کی صورت ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لائے اور عرض کیا کہ ان سے شادی کر لیجئے۔ واقعہ افک پیش آیا تو آپ ؓ کی برات کے لیے سورۃ النور کی قرآنی آیات نازل ہوئیں۔ آپ ؓ کے سوا کسی اور زوجہ نے حضرت جبریل ؑ کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ ایک برتن میں غسل فرماتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے اور آپ ؓ سامنے لیٹی ہوتیں۔ حضور ﷺ اور آپ ؓ ایک لحاف میں لیٹے ہوتے تو ایسی حالت میں بھی وحی نازل ہوتی۔ وصال شریف کے وقت رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا اور آنحضرت ﷺ آپ ؓ ہی کے حجرے میں مدفن ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات بیوہ ہو کر آپ ﷺ کے حبالہ عقد میں داخل ہوئی تھیں جبکہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کنواری اور خالص فیضانِ نبوت سے مستفیض تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے آپ ؓ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اسی زمانہ میں آپ ؓ نے قرآن پاک پڑھنا سیکھا۔ علوم دینیہ کی تعلیم کا کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ معلم شریعت خود گھر میں موجود تھے۔ شب و روز ان کی صحبت میسر تھی۔ آنحضرت ﷺ کی تعلیم و ارشاد کی مجلس روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں جو حجرہ حضرت عائشہ ؓ سے بالکل ملحق تھی۔ اسی بنا پر آپ ﷺ گھر سے باہر بھی لوگوں کو جو درس دیتے آپ ؓ اس میں شریک رہتی تھیں۔ اگر کوئی بات سمجھ نہ آتی یا کسی آیت کا مفہوم معلوم کرنا ہوتا تو جب آپ حجرے میں تشریف لاتے، ان سے پوچھ لیتی تھیں۔ یہاں تک کہ عورتوں کی درخواست پر ہفتہ میں ایک خاص دن ان کی تعلیم و تلقین کے لیے مقرر فرما دیا تھا۔

> اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حقوقِ نسواں کے لئے موثر آواز اُٹھائی اور راہ نمائی کا حق ادا کیا

اُمہات المومنین

عصرِ حاضر کی خواتین

کے لئے مشعل راہ

اور رول ماڈل ہیں

حقوق نسواں کے لیے آپؓ کی آواز ہمیشہ ہی بلند اور موثر رہی اور آپ نے عالم نسواں کی رہنمائی کا حق ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابیات اپنی عرض داشتیں رسول اللہ ﷺ تک ام المومنین کی وساطت سے پہنچاتی تھیں۔ مثلاً حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک پارسا صحابی تھے اور راہبانہ زندگی گزارتے تھے۔ ان کی بیوی نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی کہ میرے شوہر میرے حقوق (حقوق زوجیت) ادا نہیں کرتے۔ آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آنحضرت ﷺ خود حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پاس گئے اور انھیں سمجھایا" عثمان ہم کو رہبانیت کا حکم نہیں ہوا۔ کیا میرا طرز زندگی پیروی کے لائق نہیں۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور اس کے احکام کی سب سے زیادہ نگہداشت کرتا ہوں۔ پھر بھی میں بیویوں کے **فریضہ** کو ادا کرتا ہوں۔"

اسی طرح ایک صحابیہ کو ان کے شوہر نے مارا۔ وہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور جسم پر نیل کے نشان دکھائے۔ حضرت عائشہؓ نے بارگاہ نبوت ﷺ اس کی شکایت پہنچادی اور فرمایا:

"مسلمان بیویاں جو تکلیف اٹھاتی ہیں میں نے اس کی مثال نہیں دیکھی۔" آپ کی سفارش سے اس مسئلے کا حل فرمایا گیا۔ زمانہ جاہلیت میں سنگدل شوہر عورت کو طلاق دے دیتا اور چاہتا کہ اس کی بیوی تمام عمر اس جال سے آزاد نہ ہوسکے۔ زمانہ اسلام میں جب ایک مسلم خاتون سے یہ واقعہ پیش آیا تو آپؓ نے یہ مقدمہ آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا تو سورہ البقرہ کی وہ آیت نازل ہوئی جس کے مطابق یہ فرمایا گیا:

"وہ طلاق جس کے بعد رجعت جائز ہے۔ دو بار ہے۔ اسکے بعد یا بحسن اسلوب اس کو زوجیت میں رکھ لینا یا بخیر و خوبی اس کو رخصت کر دینا۔" (البقرہ:۲۲۹)

چنانچہ جس خاتون کو بھی سماجی اور خانگی زندگی میں مسائل کا سامنا ہوتا تو وہ آپؓ کے آستانے پر حاضر ہو جاتی۔ آپؓ اس کا مقدمہ بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کرتیں اور اس سلسلے میں حقوق نسواں کا مکمل خیال رکھتیں۔ آپؓ عورت کی ذلت اور حقارت کو کسی طور قبول نہ کرتی تھیں بعض صحابیوں نے روایت

کی کہ عورت، کتا اور گدھا اگر نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ سن کر آپؓ سخت برہم ہوئیں اور فرمایا ”تم نے کیسا برا کیا کہ خواتین کو گدھے اور کتے کے برابر کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نماز پڑھا کرتے اور میں لیٹی ہوتی۔ آپ سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں دبا دیتے۔ میں سمیٹ لیتی۔“ اس طرح یہ فقہی ابہام بھی دور ہو گیا کہ عورت کے چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح آپؓ عورتوں کی جنسی ضرورتوں اور مسائل کو بہتر جانتی تھیں آپؓ قرآن و سنت سے ایسا استدلال کرتی تھیں۔ جس سے عورتوں کے لیے سہولت اور آسانی ہو۔ مثلاً شرعی طہارت کے لیے نہاتے ہوئے سر پر تین دفعہ پانی ڈالنا ضروری ہے۔ بال کھونے کی ضرورت نہیں۔ ان کا فرمانا تھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غسل کرتی تھی تو صرف تین دفعہ پانی ڈال لیتی تھی اور ایک بال بھی نہیں کھولتی تھی۔ اس طرح آپؓ نے دوسرے فقہا کی نفی کی کہ ہر بال کو تر ہونا چاہیے۔

آپؓ شب و روز علوم و معارف کے بیسوں مسائل سے آشنا ہوتی تھیں۔ اس کے علاوہ ذہین و فطین ہونے کے باعث ہر مسئلہ کو بے تامل آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کر دیتی تھیں اور تسلی بخش جواب حاصل کر کے اسے ذہن نشین بھی کر لیتی تھیں۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت سیدنا عمر بن خطابؓ اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے ادوارِ خلافت میں آپ فتویٰ ارشاد فرماتی تھیں۔ آپؓ سے 2210 احادیث مبارکہ مروی ہیں جن میں 174 احادیثِ مقدسہ امام بخاری اور امام مسلم نے بھی بیان فرمائی ہیں۔ اس حیثیت سے امت مسلمہ پر آپؓ کا بڑا احسان ہے کہ آپؓ کے واسطہ سے امت کو دین کا بڑا حصہ نصیب ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و فرمودات اور علم حدیث کو بیان کرنے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا چھٹا نمبر ہے۔

> **آپ ﷺ نے نکاح وطلاق کے مسائل کا حل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ خواتین کے انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنایا**

حضرت عائشہ صدیقہؓ ایک ہمہ جہت شخصیت کی مالک تھیں۔ آپؓ کی سیرت میں ازدواجی معاشرت کے تمام رنگ، سیاسی زندگی کے انقلابات، خانگی زندگی کے مصائب، طویل ایام بیوگی کو ثابت قدمی سے برداشت کرنے کا کمال حوصلہ موجود تھا۔ آپؓ کی تقریباً ساری زندگی عسرت و تنگ

دستی اور فقر و فاقہ میں گزر گئی۔ آپؓ خود فرماتی ہیں کہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گھر میں آگ تک نہ جلاتے، ہماری غذا پانی اور چھوہارے ہوتے تھے۔ اگر کہیں سے تھوڑا سا گوشت آجاتا تو ہم کھا لیتے۔ کئی کئی راتیں گزر جاتیں مگر گھر میں چراغ نہ جلتا۔ اس کے باوجود آپؓ میں ایثار اور سخاوت کا جذبہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ ام الدرداروایت کرتی ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہؓ روزہ دار تھیں۔ ان کے پاس ایک لاکھ درہم آئے۔ انھوں نے وہ سب تقسیم کر دیئے۔ میں نے کہا کہ کیا آپؓ یوں نہ کر سکتی تھیں کہ ایک درہم بچا لیتیں اور گوشت خرید کر افطار کرتیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کر لیتی آپؓ یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کرتیں۔ آپؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 ہے۔

الغرض حضرت عائشہ صدیقہؓ اسلام کی پہلی خاتون تھیں جنھوں نے اصلاحِ امت کا منصب سنبھالا اور حقوقِ نسواں کی جدوجہد کی۔ آپؓ نے عورتوں سے متعلق فقہی مسائل میں صنف نازک کے جذبات واحساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا بلند مرتبہ ومقام متعین کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حضور خواتین کے معاملات و مقدمات پیش کرتے ہوئے آپؓ کے قائدانہ کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ آپؓ کو اپنے عہد کے معروضی حالات کے پس منظر میں علوم قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپؓ اسلام کی پہلی خاتون عالمہ، فصیحہ و مفتی تھیں جن کی عظمت کے اعتراف میں خود صحابہ کرام نے انہیں منصب افتاء پر فائز فرمایا۔ اس حیثیت سے آپؓ نے امت کی اصلاح ورہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔

> **حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ ہم اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت عائشہ سے رجوع کرتے**

جامع الترمذی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت موجود ہے کہ ہم اصحابِ محمد ﷺ کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو ہم حضرت عائشہؓ سے رجوع کرتے اور وہ ہمیشہ ہماری رہنمائی فرماتیں۔ آپ کی ذاتِ اقدس ایک پاکباز مسلم خاتون کا بہترین مرقع ہے جسے دنیا کی بزرگ ترین ہستی کے ساتھ روز و شب بسر کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اسلامی تعلیمات کی روح کو مسلم خواتین میں پھر سے بیدار کرنے کے لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے۔ عصر حاضر کی خواتین کے لیے آپ کی ذات ایک ایسا رول ماڈل ہے جس کو مشعل راہ بنا کر دین و دنیا کی بھلائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اسلام.....خواتین کے حقوق کا علمبردار

رابعہ فاطمہ

اللہ رب العالمین نے جب نبی رحمت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ پر وحی کا نزول شروع کیا تو لفظ ''اقراء'' یعنی پڑھیئے سے کیا۔ اس سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا تو تب فرشتوں کے سامنے بھی آدم علیہ السلام کی برتری علم کے ذریعے سے اجاگر فرمائی۔

اللہ کریم نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے سب ہی اپنے وقت اور علاقے کے لوگوں سے زیادہ علم و فضل میں سب سے بڑھ کر ہوتے تھے۔ انسان کو فضیلت تقویٰ کی بنیاد پر ملتی ہے تقویٰ علم کے مطابق عمل کو مکمل کرنے سے ملتا ہے۔

تاریخ بھی شاہد ہے کہ صرف وہی ملک و ملت ترقی کی منزل طے کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے اندر علم و ہنر کو پروان چڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ عرب قبل از اسلام نہ صرف جہالت کے اندھیرے کنوؤں میں گرے ہوئے تھے بلکہ تعلیم و شعور رکھنے والے کو بھی حقارت سے دیکھتے تھے لیکن جب رسول کریم ﷺ نور علم و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوئے تو ہر سو اجالا پھیل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

پھر ارشاد فرمایا:

فقیۃ واحد انشد علی الشیطان من الف عابد۔

ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے۔ علم کی فضیلت سے انکار ناممکن ہے پھر چاہے وہ علم، علم دینی ہو یا عصری دنیا میں سربلند وہی ہے جو علم سے حقیقی لگاؤ رکھے گا اور آخرت میں بھی وہی سربلند رہے گا جو علم کے مطابق عمل کرے گا۔ اسلام نے عورت و مرد دونوں کو بحیثیت انسان برابر قرار دیا ہے۔ ان کے حقوق و فرائض بھی ایک جیسے ہیں برتری کا معیار تقویٰ کو ٹھہرایا گیا مرد یا عورت جو بھی جس قدر متقی ہو گا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہو گا۔

اسلام نے جس قدر عورت کو عزت، احترام اور حقوق عطا کیے ہیں دنیا میں کبھی بھی کسی بھی مذہب نے عورت کو نہیں دیئے۔ اسلام نے عورت کو ایک شہزادی یا ملکہ کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر مقام و مرتبہ سے نوازا ہے۔ جہاں ہر طرح کے حقوق کا خیال رکھا گیا ہے وہاں پر تعلیم کے معاملے میں بھی اسلام نے اسے عالی شان رتبے سے نوازا ہے۔ اسلام نے عورت پر بھی تعلیم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔

عورتوں پر دینی تعلیم حاصل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مردوں پر۔ اسلام نے خواتین کو جاہلیت کی خرابیوں سے بچا کر زیور تعلیم سے آراستہ ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ سرداری دی جانے سے پہلے دین کی سمجھ حاصل کرو یعنی ذمہ داری لینے سے پہلے اس کام کے بارے میں سیکھو تاکہ احسن طریقے سے اس کو انجام دے سکو تو پھر ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کو اگلی نسل کی تربیت کی ذمہ داری دی جانے والی ہو وہ دین کو نا سمجھنے والی ہو۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ ازواج مطہرات و صحابیات کے لیے مسجد نبوی میں الگ سے تبلیغ دین کی اشاعت کا انتظام ہوتا تھا۔ عورتوں کو مکمل آزادی تھی کہ وہ سوال پوچھتیں ان کو جواب دیا جاتا۔ حلال، حرام، فرض، واجبات، پاکی، ناپاکی، حسن معاشرت، غرض یہ کہ ہر طرح کے معاملات و عبادات کے بارے میں ان کو سکھایا جاتا کیونکہ انہی کی گود نے کل کو کسی کی پہلی درسگاہ بننا ہے۔

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک عورت نے تعلیم کے ذریعے دینی، سماجی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی میدانوں میں بہت اہم کردار ادا کیے ہیں جن کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنا بہت ہی مشکل ہے۔ اسلام کی تاریخ میں خواتین نے دین کی اشاعت اور دفاع میں بھی بہت اہم کردار رہا ہے۔ ایسی خواتین

کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری بھی دی۔ ان میں سے سب سے پہلا نام سیدہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ کا ہے۔ حدیث مبارک ہے سیدہ خدیجہؓ کو جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت ہے جو خولدار موتی کا بنا ہے جس میں نہ شور ہے اور نہ ہی کوئی تھکن۔

یہ پہلی مسلمان خاتون ہیں انھوں نے اسلام کی خاطر سب سے زیادہ تکالیف کا سامنا کیا سب سے زیادہ قربانیاں دیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتیں ہر وقت ہر طرح کی خدمات کو انجام دیتیں۔ صحابیات کی رہنمائی فرماتیں۔ ان کے علاوہ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں یہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

اسلام نے خواتین کو جہالیت کی خرابیوں سے بچا کر زیورِ تعلیم سے آراستہ ہونے کا حکم دیا

اور بھی کئی صحابیات ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی۔ ان کے علم و فضل کی وجہ سے جیسے سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ آپ کی بہن اسماء بنت صدیقہؓ اور حضرت ام المومنین سیدہ حفصہؓ حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ ام سلیمؓ جن کا اصل نام غمیصاء بنت ملحان ہے بھی شامل ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا پسینہ مبارک اپنے پاس شیشی میں جمع فرمالیتی تھیں اور بطور خوشبو خود اور دوسرے لوگوں کو بھی ہدیہ دیا کرتی تھیں۔

اسلام نے خواتین کو معاشرے کی تعمیر میں اپنا کردار ادا کرنے کا حکم دیا۔ خواتین کو گھروں کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ دینی، سماجی، معاشرتی اور ملکی امور میں بھی حصہ لینا سکھایا۔ اپنے اہل و عیال کی تربیت اور اصلاح میں مدد کرنا سکھایا۔ اپنی رائے کا اظہار کرنے کی آزادی دی اپنے حقوق کا تحفظ کرنا بتایا۔

ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک زندگی کے ہر شعبے میں خواتین نے اپنا حصہ ڈالا پھر چاہے وہ خاندانی معاملات ہوں۔ سیاسی ہوں سماجی ہوں، امن ہو یا جنگ ہر میدان میں خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ نہ صرف ذمہ داریوں کو نبھایا بلکہ اپنی عقل و لگن سے ہر میدان میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ ان میں سے بہت سی خواتین عالمہ، محدثہ، فقیہ، مفسرہ، شاعرہ، مصنفہ اور داعیہ بنیں۔

دینی علوم اور خواتین جب بھی قرآن کی تفسیر یا احادیث مبارکہ کی ترویج و اشاعت کے بارے میں بات کی جاتی ہے سب سے پہلا نام سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا آتا ہے وہ اس کی اتنی بڑی محدثہ تھیں کہ بڑے

بڑے کبائر صحابہ ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا کرتے تھے جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو انہی کی طرف رجوع کیا جاتا وہ احادیث روایت کرتیں اور ان کی شرح بھی فرماتیں ان سے روایت کردہ احادیث مبارکہ کی تعداد دو ہزار سے بھی زائد ہے۔ وہ نہ صرف محدثہ بلکہ مفسرہ اور فقیہ بھی تھیں۔ بے شمار رحمتیں ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کی۔

دوسرا نام رسول اللہ ﷺ کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمرؓ کا ہے۔ یہ بڑی متقی عبادت گزار تھیں ان سے روایت کردہ چالیس احادیث مبارکہ ایسی ہیں جو براہ راست رسول اللہ ﷺ اور ان کے والد سیدنا عمر ابن الخطابؓ سے روایت ہیں۔ یہ بہت فصیح و بلیغ تھیں ان کے پاس قرآن مجید کا وہ نسخہ موجود تھا جو سب سے پہلے جمع کیا گیا۔ صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے ان سے وہ نسخہ لے کر ان کی نقل تیار کروا کر مختلف علاقوں میں بھیجی۔

سیدہ ام سلمہؓ جو کہ زوجہ رسول ﷺ ہیں یہ محدثہ ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی امور پر بہت گہری نظر رکھتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت کی بھاری ذمہ داری اٹھانے کے لیے مشورہ دیا۔

ان کے علاوہ حضرت ام المومنین ام حبیبہؓ، حضرت ام عطیہؓ یہ مسند ام عطیہ کی مصنفہ بھی ہیں۔ یہ فقیہ بھی ہیں۔ اسی طرح ام الدرداءؓ ہیں ان کی بھی مسند ام الدرداء مشہور کتاب ہے۔ اسی طرح ام فراس، ام عبداللہ، ام الفضل، ام معبد اور دیگر بے شمار خواتین نے بھی علوم دینیہ میں اپنا کردار ادا کیا۔

جس طرح ظاہری دینی علوم کی ترویج میں خواتین کا حصہ ہے اسی طرح باطنی یعنی روحانی علوم میں بھی خواتین مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ ان علم تصوف کے ارتقا میں بہت اہم کردار ہے۔ اگرچہ صوفیاء خواتین کی تعداد کم ہے لیکن پھر بھی وہ مینارہ نور ہیں۔ راستہ تلاش کرنے والوں کو روشنی مہیا کرتی ہیں۔ مختلف ادوار میں مختلف ممالک اور علاقوں میں تصوف کی تدریس میں اپنے علم و فہم کا مظاہرہ کیا ان سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

حضرت رابعہ بصریؒ وہ مشہور صوفیاء اور عارفہ تھیں ان کی تعلیمات میں محبت الٰہی، اخلاص، صبر، شکر، توکل کا زبردست سبق ملتا ہے ساری زندگی انھوں نے لوگوں کو عشق الٰہی کا سبق پڑھایا۔ حضرت نفیسہؒ یہ مصر کی مشہور عالمہ اور صوفیہ ہیں جن کا تعلق دوسری صدی ہجری سے ہے۔ حضرت لبابہ المتعبدہ یہ بیت المقدس کے حوالے میں رہتی تھیں بہت پرہیزگار متقی تھیں۔ حضرت رابعہ بصری کی ہم عمر مریم البصریہ بھی صوفیا گزری ہیں وہ اس قدر محبت الٰہی میں مگن رہتی تھیں ایک دفعہ ایک واعظ محبت الٰہی کے بارے میں بتا رہا تھا ان پر اس قدر اثر ہوا کہ ان کا پتہ پھٹ گیا اور وہ خالق حقیقی سے جا ملیں۔

ان کے علاوہ دیگر بے شمار صوفیا خواتین گزری ہیں جو کہ فقر جیسی نعمت سے مالا مال تھیں جو رب

تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا کچھ نہیں چاہتی تھیں۔ جیسے کہ حضرت ربیعہ عدویہؒ یہ چوتھی صدی میں عراق میں رہتی تھیں یہ صوفیہ عالمہ اور شاعرہ بھی تھیں۔

عصری علوم میں خواتین کا کردار

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور وہ فطرت کے تقاضوں کو پورا بھی کرتا ہے۔ اسی لیے دینی علوم کے ساتھ عصری علوم میں بھی خواتین کو بھرپور صلاحیتیں دکھانے کا اور دوسروں کے کام آنے اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

مسلمان خواتین مختلف شعبوں طب، سائنس، ٹیکنالوجی، تحقیقات، ایجادات، تدریس، تصنیف اور دیگر بے شمار علوم میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

بہت سی صحابیات طب، حساب، ادب وغیرہ میں بہت ماہر تھیں۔ وہ جنگوں میں حصہ لیتیں زخمیوں کا علاج کرتیں شعر کہتیں۔ حضرت ام المومنین سیدہ زینب بنت جحشؓ علم طب میں بے حد مہارت رکھتی تھیں۔ وہ چمڑے کا کام بھی جانتی تھیں وہ ایک ہنر مند خاتون تھیں جو بھی معاوضہ ملتا غریبوں، بیواؤں میں تقسیم کر دیتیں۔ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جا رہا ہے ٹیکنالوجی کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ ان علوم میں بھی مسلم خواتین کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ اب خواتین زندگی کے سارے مرحلوں میں بھرپور حصہ لے رہی ہیں کیونکہ جو محنت نہیں کرتا علم جدید میں مٹا دیا جاتا ہے۔ دنیا کی پہلی یونیورسٹی کی بنیاد بھی ایک مسلم خاتون فاطمہ الفہری نے رکھی جس کا نام ام القرویین ہے۔

اسی طرح علم فلکیات میں مہارت رکھنے والی ایک خاتون مریم الاسترلابی ہیں انھوں نے کئی کتب کے تراجم کیے اور کتب تصنیف کیں۔

پاکستان میں بھی بے شمار خواتین ہیں جو طب، آئی ٹی، فلکیات، سیاست، بنک کاری، تدریسی، عسکری، میڈیا اور دیگر بے شمار شعبہ جات میں اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہی ہیں۔

ہمیں مزید علوم عصری پر اپنی دسترس بڑھانے کی ضرورت ہے کیونکہ دنیا بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔ ہمیں ہر شعبہ زندگی میں اپنے قدم نہ صرف بڑھانے بلکہ مضبوطی سے ڈٹے رہنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ کریم ملک پاکستان اور ملت محمدیہ ﷺ کی خواتین کو علم سے محبت کرنے والی بنائے تاکہ ہم اپنے ملک و قوم کے کام آسکیں۔

بنت حوا

حنا رضوی

بنت حوا ہوں میں عورت ہے مرا اسم شریف
ہے یہ پہچان مری اور یہی ہے تعریف

مجھ کو ہے فخر کہ اس قوم سے نسبت ہے مری
فاطمہؓ مریم و سیتا سی ہیں رہبر جس کی

میں بھی اشرف ہوں نگاہوں میں خدا کی میرے
میری تو گود میں کھیلے ہیں مسیحا کتنے

کتنے ولیوں نے مرے ہاتھ کی روٹی کھائی
کتنے شاہوں نے مرے پاؤں میں جنت پائی

میں ہی پتھر کے مکانوں کو بناتی گھر ہوں
میں ہی دنیائے محبت کا حسیں محور ہوں

میرے اوصاف گنانے کو یہ کاغذ کم ہیں
صنف نازک ہوں مگر روح مری رستم ہے

میں نے جذبوں کا تصدق و بھرم رکھا ہے
میری ہی ذات سے منسوب ہر اک رشتہ ہے

ماں بہن ہوں کبھی بیوی تو کبھی بیٹی ہوں
کوئی کردار ہو مردوں سے وفا کرتی ہوں

ہاں مگر شرط وفا یہ ہے کہ پاؤں بھی وفا
میں بھی انسان ہوں کمتر نہیں رتبہ میرا

اور رشتوں سے الگ بھی ہے مری اک ہستی
جو فقط گھر میں ہی محدود نہیں رہ سکتی

غنچہ و گل سے بھی کب چاہیے تشبیہ مجھے
حسن سیرت سے مرے دیجیے ترجیح مجھے

میری زلفوں مرے کاجل کی نہ باتیں کریے
کچھ مرے ذوق و ذہانت کو بھی اچھا کہیے

حیثیت ہو نہیں سکتی نظر انداز مری
روک سکتا نہیں اب کوئی بھی پرواز مری

آسماں کیا ہے خلا تک ہے رسائی میری
عزم دے سکتا ہے خود بڑھ کے گواہی میری

بے نظیر اندرا اور کلپنا اور ہیر ہوں میں
اپنے ہر خواب کی اب جاگتی تعبیر ہوں میں

میرا ہرگز نہیں کہنا مجھے برتر سمجھیں
مرد حضرات مجھے صرف برابر سمجھیں

میں چلوں شانہ بہ شانہ تو برا مت مانیں
میری حرمت میری عظمت کو ذرا پہچانیں

بنت حوا ہوں حنآ بات بڑی ہے میری
نام عورت ہے مرا ذات بڑی ہے میری

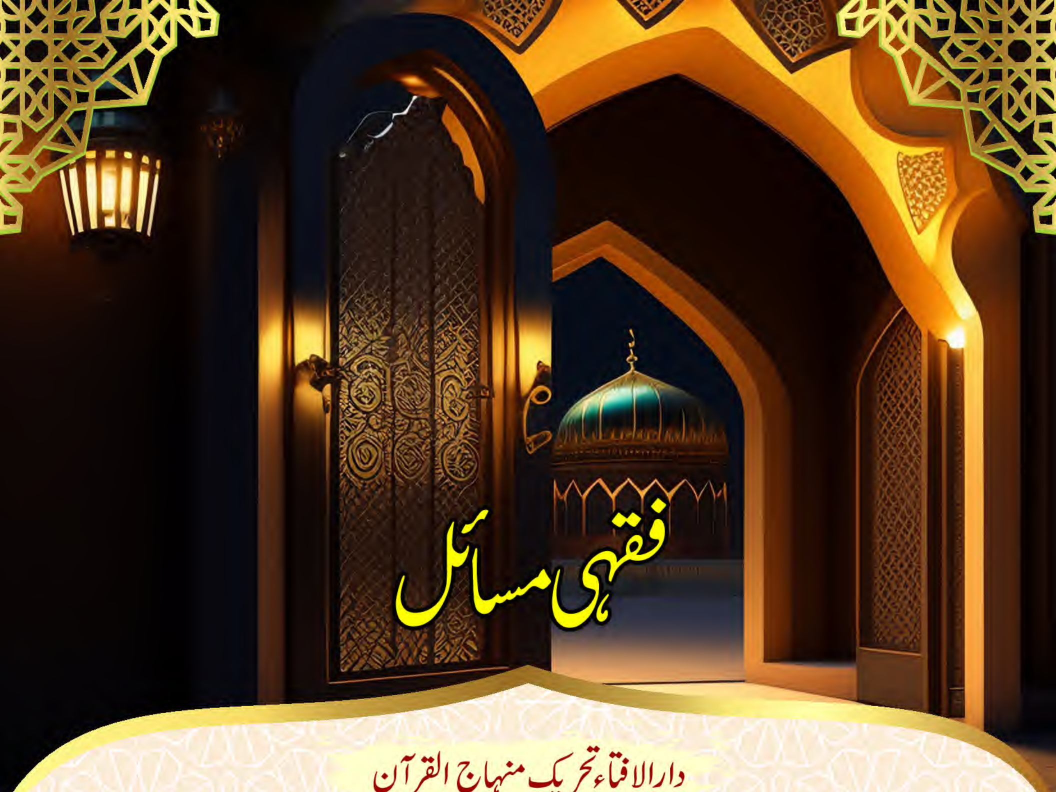

فقہی مسائل

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن

عدت، نکاح زائل ہونے یا شبہ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک مخصوص مدت تک انتظار کرنا عدت ہے۔ اگر بیوہ یا طلاق شدہ عورت اپنے سابقہ شوہر سے حاملہ ہو تو اس عرصے میں حمل کی علامات واضح ہو جاتی ہیں اور ہونے والے بچے کی وراثت طے ہو جاتی ہے۔

جاہلیت میں طلاق کا عام طریقہ یہ رہا ہے جس کو بیوی پر کسی سبب سے غصہ آتا، وہ نتائج و عواقب کا لحاظ کیے بغیر، ایک ہی سانس میں تین ہی نہیں بلکہ ہزاروں طلاقیں دے کر بیوی کو گھر سے نکال دیتا۔ اس طریقہ طلاق میں عورت، مرد، بچوں بلکہ پورے کنبہ کے لیے جو مضرتیں ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر (اسلام نے) ہدایت فرمائی کہ جب طلاق دینے کی نوبت آئے تو وہ عدت کے حساب سے طلاق دے۔ اور عدت کا شمار رکھے۔

اسلام میں کسی عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ پہلا نکاح ختم ہو جانے کے بعد عدت گزارے بغیر دوسرا نکاح کرے۔ عدت در حقیقت نسلِ انسانی کی محافظت ہے۔ اس کی پابندی میں حکمت یہ ہے کہ اس دوران مرنے والے یا طلاق دینے والے شوہر کا بچہ اگر عورت کے رحم میں ہے تو اس کا پتہ چل سکے

تاکہ نسب خلط ملط نہ ہو، اور خالص پہچانا جاسکے۔ اسلام نے حسب و نسب میں خالص کا جو لحاظ رکھا ہے، وہ اس کے دینِ فطرت ہونے کی اہم دلیل ہے۔ عدت کے ایام میں عورت نکاح نہیں کر سکتی، اگر کرے گی تو نکاح منعقد ہی نہ ہو گا۔ قرآنِ کریم کی رو سے بیوہ اور مطلقہ کے ایامِ عدت مختلف ہیں: بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن، بیوہ یا مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل (یعنی بچے کی پیدائش)، مطلقہ حائضہ کی عدت تین حیض اور مطلقہ غیر حائضہ (جسے بڑھاپے یا کسی بیماری کی وجہ سے حیض نہ آئے) کی عدت تین ماہ ہے۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے ملاحظہ کیجیے موضوع سے متعلق اہم سوالات کے جوابات:

سوال: بیوہ عورت اور طلاق یافتہ عورت کی عدت میں کیا فرق ہے؟ کیا بیوہ عورت بھی حیض نہ آنے کی صورت میں تین ماہ عدت میں رہے گی؟

جواب: ذیل میں بیوہ اور مطلقہ کی عدت الگ الگ بیان کی جا رہی ہے:

بیوہ کی عدت

ایسی بیوہ جو حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ یعنی بچے کی پیدائش ہونے پر بیوہ یا مطلقہ کی عدت مکمل ہو جائے گی۔ بھلے بچہ طلاق یا خاوند کے فوت ہونے کے دوسرے دن پیدا ہو جائے یا چھ ماہ بعد، حاملہ کی عدت بچے کی پیدائش پر مکمل ہو گی۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاللَّاءِ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا

”اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہو (کہ اُن کی عدّت کیا ہو گی) تو اُن کی عدّت تین مہینے ہے اور وہ عورتیں جنہیں (ابھی) حیض نہیں آیا (ان کی بھی یہی عدّت ہے)، اور حاملہ عورتیں (تو) اُن کی عدّت اُن کا وضعِ حمل ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے (تو) وہ اس کے کام میں آسانی فرما دیتا ہے“۔ (الطلاق، 65: 4)

درج بالا آیتِ مبارکہ کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

ایسی بیوہ جو حاملہ نہ ہو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

”اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور

کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے"۔ (البقرۃ، 2: 234)

فقہاء کرام فرماتے ہیں:

(اگر حاملہ نہ ہو تو) آزاد بیوہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے، برابر ہے کہ وہ مدخول بہا ہو یا نہ ہو مسلمان ہو یا کتابیہ ہو۔

(علاء الدين الكاساني، بدائع الصنائع، 3: 92، دار الكتاب العربي، بيروت)، (الشيخ نظام و جماعة من علماء الهند، الفتاوىٰ الهندية، 1: 529، دار الفكر، بيروت)

معلوم ہوا کہ آزاد بیوہ غیر حاملہ کی عدت چار ماہ دس دن ہے، خواہ رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ہر حال میں عدت یہی ہو گی۔

لہٰذا درج بالا سارے مضمون سے معلوم ہوا کہ بیوہ کی عدت دو طرح کی ہے:

ایسی بیوہ جو حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے۔

ایسی بیوہ جو حاملہ نہ ہو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

مطلقہ کی عدت

مطلقہ عورت کی عدت کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوءٍ وَلاَ يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُواْ إِصْلاَحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّهُ عَزِيزٌ حَكُيمٌ۔ (البقرۃ، 2: 228)

"اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرما دیا ہو، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں (پھر) اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے"۔

آزاد عورت جس کو رخصتی کے بعد طلاق ہو جائے اس کی عدت کی تین اقسام ہیں:

۱۔ مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

۲۔ ایسی مطلقہ جس کو حیض آتا ہو اس کی عدت تین حیض ہے۔

۳۔ ایسی مطلقہ جس کو کم عمری، بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔
مگر ایسی مطلقہ جس کو نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے اس پر عدت نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا۔ (الاحزاب، 33: 49)

''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انہیں طلاق دے دو قبل اس کے کہ تم انہیں مَس کرو (یعنی خلوتِ صحیحہ کرو) تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدّت (واجب) نہیں ہے کہ تم اسے شمار کرنے لگو، پس انہیں کچھ مال و متاع دو اور انہیں اچھی طرح حُسنِ سلوک کے ساتھ رخصت کرو۔''

ایسی عورت جس کا خاوند گم ہو جائے اور اس کی بالکل کوئی خبر نہ ہو تو وہ چار سال تک انتظار کرے گی، اور چار سال کے بعد عدالت جا کر ثبوت پیش کرے گی کی چار سال سے اس کا خاوند لا پتہ ہے۔ عدالت حالات اور ثبوتوں کا جائزہ لیکر اس کا نکاح منسوخ کر دے گی۔ جس دن عدالت نکاح منسوخ کرے گی اس دن سے وہ عورت چار ماہ دس دن کی عدت گزارنے کی پابند ہو گی۔

رخصتی کے بعد اگر میاں بیوی کے درمیان جسمانی تعلق یا خلوتِ صحیحہ ثابت ہے تو طلاق، خلع یا عدالتی تنسیخ کا فیصلہ ہونے پر بیوی پر عدت گزارنا واجب ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (الْبَقَرَة، 2: 228)

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔

مندرجہ بالا آیت میں ایسی مطلقہ عورت کا حکم بیان کیا گیا ہے جس نے شوہر کے ساتھ جسمانی تعلق قائم کر لیا ہو یا ان کی خلوتِ صحیحہ ثابت ہو چکی ہو، اور اس عورت کو حیض بھی آتا ہو طلاق کے بعد اس پر تین حیض تک عدت گزارنا ضروری ہے۔

عدت سے استثنیٰ صرف غیر مدخولہ کیلئے ہے۔ مطلقہ غیر مدخولہ پر عدت واجب نہیں ہے۔ عدت کا نفاذ/شمار تب سے کیا جائے گا جب شوہر کی وفات، طلاق، خلع یا تنسیخِ نکاح واقع ہو گی، جب تک اِن میں سے کوئی امر واقع نہیں ہوتا اس وقت تک نکاح برقرار رہے گا، چاہے میاں بیوی لمبے عرصے تک ایک دوسرے سے الگ رہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ کے پیشِ نظر لازم ہے کہ جب عدالت سے خلع یا تنسیخ نکاح کا فیصلہ حاصل کر لیں تو جس تاریخ کو فیصلہ آئے گا اُس دن سے اُن کی عدت شروع ہو گئی جس کی مدت تین حیض تک ہے۔

سوال: اگر ایک عورت بیوہ ہو گئی ہو جو 70 سال سے زیادہ عمر کی ہو اور بیرونِ ملک رہتے ہو حیض ختم ہو گیا ہو تو عدّت کا دورانیہ کیا ہو گا اور وہ کیا دورانِ عدّت سنگین ڈپریشن اور اکیلے پن کی وجہ سے بیٹے

کے ساتھ سفر کر کے پاکستان واپس آ سکتے ہیں؟ نیز یہ بھی بتادیں کہ جس عورت کو ضعیف عمر ہونی کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو تو اس کی عدت کیا ہو گی؟

جواب: بیوہ عورت کی عدت کے حوالے سے قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

”اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔“ (البقرة: 234)

تو بیوہ عورت کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے، اس کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے، یا اپنی زندگی کا جو مناسب سمجھے فیصلہ کرنے میں آزاد ہے۔ بیوہ عورت جوان ہو یا ضعیف العمر اسکی عدت چار ماہ دس دن ہے۔

محرم کے ساتھ عدت کے دوران سفر کرنا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ضعیف العمر عورت جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ۔ (الطلاق: 4)

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہو (کہ اُن کی عدّت کیا ہو گی) تو اُن کی عدّت تین مہینے ہے۔"

لہذا پتا چلا کہ بیوہ کی عدت چاہے وہ جوان ہو یا ضعیف العمر۔ چار ماہ دس دن ہے۔ جبکہ ضعیف العمر عورت جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے۔

سوال: عدت کا کیا کفارہ ہے؟

جواب: عدت کا کوئی کفارہ نہیں، تاہم جو عورت احکام شرعی کے مطابق عدت کے ایام نہ گزارے وہ گنہگار ہو گی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے۔

سوال: کیا عورت کے لیے ضروری ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اسی کے گھر پر عدت مکمل کرے؟

جواب: قرآن وحدیث کی رو سے بیوہ غیر حاملہ کے لئے عدت چار ماہ دس دن اور حاملہ کے لئے وضع حمل ہے جو اس کو اپنے شوہر کے گھر میں ہی گزارنی چاہیے۔ عدت والی عورت دورانِ عدت نہ نکاح کر سکتی ہے اور نہ ہی زیب وزینت کر سکتی ہے۔ اِلاّ یہ کہ اگر شوہر کے گھر میں اس کی عزت وآبرو اور جان ومال محفوظ نہ ہو یا مجبوراً اسے ملازمت کے سلسلہ میں گھر سے باہر جانا پڑے تو جا سکتی ہے۔ حضرت

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

طُلِّقَتْ خَالَتِي، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا

میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی، انہوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انہیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لاؤ، ہو سکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔ (الصحیح مسلم، کتاب الطلاق)، (المسند احمد بن حنبل)، (السنن أبو داود)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابیہ کو عدت کے ایام میں اپنے باغ کی کھجوریں توڑنے کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت عطا فرمادی تھی۔ اسی طرح جب عورت کی حفاظت نہ ہو تو وہ بھی محفوظ مقام پر جاسکتی ہے کیونکہ عورت کی عزت وناموس اور جان ومال کا تحفظ ضروری ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ فِي الْوَرَثَةِ مَنْ لَيْسَ مَحْرَمًا لَهَا وَحِصَّتُهَا لَا تَكْفِيهَا فَلَهَا أَنْ تَخْرُجَ وَإِنْ لَمْ يُخْرِجُوهَا.

اگر خاوند کے وارثوں میں ایسا کوئی ہو جو اس کی بیوہ کا محرم نہیں اور بیوہ کا حصہ رہنے کے لیے ناکافی ہے وہ اس مکان سے نکل سکتی ہے اگرچہ باقی رشتہ دار اُسے نہ نکالیں۔

(شامی، ردالمحتار، 3: 537، بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر)

درج بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوہ عدت کی مدت شوہر کے گھر میں مکمل کرے، لیکن اگر ایسا کرنے میں کوئی امر مانع ہے تو عدت کے ایام اپنے میکے میں یا کسی عزیز (جیسے بھائی، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ) کے ہاں بھی گزار سکتی ہے۔ بامر مجبوری گھر سے باہر بھی جاسکتی ہے۔ بیوہ کے لیے عدت کے ایام شوہر کے گھر گزارنے کے لزوم پر تمام علماء کا اتفاق ہے، تاہم علمائے احناف مخصوص وجوہات کی بناء پر اس میں رخصت دیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ. (الطّلاق، 65: 1)

اے نبی! (مسلمانوں سے فرمادیں:) جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو اُن کے طُہر کے زمانہ میں انہیں طلاق دو اور عدّت کو شمار کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، اور انہیں اُن کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کر بیٹھیں۔

اس لیے مطلقہ یا بیوہ عورت کو عدت کے دوران بلا عذر شرعی گھر سے باہر نکلنا نہیں چاہئے، کسی وجہ سے شوہر کے گھر عدت گزارنا مشکل ہو تو عورت اپنے میکے یا کسی دوسرے گھر میں بھی عدت گزار سکتی ہے۔

سوال: کیا دورانِ عدت نکاح کا پیغام بھیجا جاسکتا ہے؟ یا دورانِ عدت نکاح کا پیغام قبول کیا جاسکتا ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ہے:

وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنتُمْ فِي أَنفُسِكُمْ عَلِمَ اللّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَـكِن لاَّ تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا إِلاَّ أَن تَقُولُواْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا وَلاَ تَعْزِمُواْ عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

”اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ (دورانِ عدت بھی) ان عورتوں کو اشارتاً نکاح کا پیغام دے دو یا (یہ خیال) اپنے دلوں میں چھپا رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تم عنقریب ان سے ذکر کرو گے مگر ان سے خفیہ طور پر بھی (ایسا) وعدہ نہ لو سوائے اس کے کہ تم فقط شریعت کی (رو سے کنایتاً) معروف بات کہہ دو، اور (اس دوران) عقدِ نکاح کا پختہ عزم نہ کرو یہاں تک کہ مقررہ عدت اپنی انتہا کو پہنچ جائے، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دلوں کی بات کو بھی جانتا ہے تو اس سے ڈرتے رہا کرو، اور (یہ بھی) جان لو کہ اللہ بڑا بخشنے والا بڑا حلم والا ہے۔“ (البقرۃ، 2: 235)

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں دورانِ عدت نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ عدت کے دوران کیا گیا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہوگی۔

سوال: اگر ایک بیوہ کام کرنے والی خاتون ہے اور اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے، تو اس کی عدت کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ عدت کے دوران کام پر جاسکتی ہے؟

جواب: دورانِ عدت بیوہ اور مطلقہ کے لیے نکاح اور زیب و زینت کی ممانعت ہے، جبکہ شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ بوقتِ ضرورت وہ گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ بوقتِ ضرورت گھر سے باہر نکلنے کی شرط صرف عدت والی خواتین کے لیے نہیں ہے، بلکہ بغیر ضرورت اور پردہ کے خواتین کا گھر سے نکلنا اسلام کی نگاہ میں ممنوع ہے چاہے وہ کنواری ہوں یا شادی شدہ، بیوہ ہوں یا مطلقہ۔

بامرِ مجبوری عدت والی خواتین ڈیوٹی پر جاسکتی ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ ہے کہ:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ: طُلِّقَتْ خَالَتِي، فَأَرَادَتْ أَنْ تَجُدَّ نَخْلَهَا، فَزَجَرَهَا رَجُلٌ أَنْ تَخْرُجَ، فَأَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلَى فَجُدِّي نَخْلَكِ، فَإِنَّكِ عَسَى أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق دے دی گئی تھی، انہوں نے اپنے باغ کی کھجوروں کو توڑنے کا ارادہ کیا، انہیں گھر سے باہر نکلنے پر ایک شخص نے ڈانٹا، وہ حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئیں، آپ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! تم اپنے باغ کی کھجوریں توڑ لاؤ، ہوسکتا ہے کہ تم اس میں سے صدقہ دو یا کوئی اور نیکی کرو۔ (الصحیح مسلم، کتاب الطلاق)، (مسند أحمد بن حنبل)، (السنن أبو داود)

رمضان ماہِ بہارِ قرآن

مرتبہ: سارہ عروج

رمضان المبارک کے تینوں عشروں کی دُعا

پہلے عشرے کی دعا

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخشش دے مجھ پر رحم فرما،تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرے عشرے کی دعا

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ۔

ترجمہ: میں اللہ سے تمام گناہوں کی بخشش مانگتا/مانگتی ہوں جو میرا رب ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا / کرتی ہوں۔

تیسرے عشرے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا۔

ترجمہ: اے اللہ بے شک تو معاف کرنے والا ہے معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس ہمیں معاف فرمادے۔

اس کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ کا ذکر کریں کہ یہ افضل الذکر ہے۔اور الحمد اللہ کہ یہ افضل الدعا ہے اور اول آخر بے شمار درود پاک پڑھیں۔

رمضان المبارک کے ماہِ سعید میں نبی کریم ﷺ کے معمولاتِ عبادت و ریاضت میں عام دنوں کی نسبت کافی اضافہ ہو جاتا تھا، اللہ تعالیٰ کی خشیت اور محبت اپنے عروج پر ہوتی، اسی شوق اور محبت میں آپ ﷺ راتوں کے قیام کو بھی بڑھا دیتے، زیر نظر مضمون میں حضور نبی کریم ﷺ کے انہی معمولات کا ذکر کیا جا رہا ہے تاکہ ہم بھی آپ ﷺ کے اسوہ پر عمل کر کے اس مہینے کی برکتوں اور سعادتوں کو لوٹ سکیں۔

معمولاتِ مصطفوی ﷺ کا اجمالی جائزہ

اجمالی طور پر حضور اکرم ﷺ کے معمولات رمضان المبارک کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

صیامِ رمضان: اس سے مراد ماہ رمضان کے دوران اپنے اوپر روزوں کی پابندی کو لازم ٹھہرا لینا ہے۔

قیامِ رمضان: رمضان المبارک کی راتوں میں نماز تراویح، تسبیح و تہلیل اور کثرت سے ذکر و فکر میں مشغول رہنا۔

ختم قرآن: دورانِ ماہ رمضان المبارک مکمل قرآن پاک کی تلاوت کا معمول۔

اعتکاف: ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں بہ نیت اعتکاف مسجد میں بیٹھنا۔

نمازِ تہجد: سال کے بقیہ مہینوں کی نسبت رمضان المبارک میں نماز تہجد کی ادائیگی میں زیادہ انہماک اور ذوق و شوق کا مظاہرہ۔

صدقہ و خیرات: حضور نبی کریم ﷺ اس مہینے میں عام مہینوں کی نسبت صدقہ و خیرات بھی کثرت سے کیا کرتے تھے۔

ماہ رمضان اور معمولاتِ نبوی ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ رمضان المبارک سے اتنی زیادہ محبت فرمایا کرتے تھے کہ اس کے پانے کی دعا اکثر کیا کرتے تھے اور رمضان المبارک کا اہتمام ماہ شعبان میں ہی روزوں کی کثرت کے ساتھ ہو جاتا تھا، حضور نبی کریم ﷺ ماہ رجب کے آغاز کے ساتھ ہی یہ دعا اکثر فرمایا کرتے تھے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب

رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو حضور ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے، ”اے اللہ! ہمارے لئے رجب اور شعبان بابرکت بنا دے اور ہمیں رمضان نصیب فرما“(المعجم الاوسط، 4: 558، حدیث: 3951، مسند احمد بن حنبل، 1: 259)

رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی دُعا

حضور نبی کریم ﷺ جب رمضان المبارک کا چاند دیکھتے تو فرماتے: ”یہ چاند خیر و برکت کا ہے، یہ چاند خیر و برکت کا ہے، میں اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تجھے پیدا فرمایا“ (مصنف ابن ابی شیبہ،10: 400، حدیث: 9798، المعجم الاوسط، 1: 212، حدیث: 313)

رمضان المبارک کو خوش آمدید کہنا

حضور نبی کریم ﷺ اس مبارک مہینے کا خوش آمدید کہہ کر استقبال کرتے، آپ ﷺ نے سوالیہ انداز کے ذریعے صحابہ کرامؓ سے رمضان المبارک کے استقبال کے بارے میں پوچھ کر اس مہینے کی برکت کو مزید واضح کیا، جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو حضور ﷺ صحابہ کرامؓ سے دریافت کرتے: ”تم کس کا استقبال کر رہے ہو اور تمہارا کون استقبال کر رہا ہے“(یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ فرمائے)، (الترغیب والترہیب،2: 105)، اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی وحی اترنے والی ہے یا کسی دشمن سے جنگ ہونے والی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم رمضان کا استقبال کر رہے ہو، جس کی پہلی رات تمام اہل قبلہ کو معاف کر دیا جاتا ہے“ (الترغیب و الترہیب، 2: 105)۔

سحری و افطاری کا معمول

رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ سحری و افطاری بے شمار فوائد اور فیوض و برکات کی حامل ہیں، حضور ﷺ روزے کا آغاز سحری کے کھانے سے فرمایا کرتے تھے، حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے“ (صحیح بخاری 1: 257، کتاب الصوم، حدیث: 1823)، ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے اہل کتاب اور مسلمانوں کے روزے کے درمیان فرق کی وجہ بیان

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: حضرت ابو قیسؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے“ (صحیح مسلم، کتاب ، حدیث: 1096)، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سحری سراپا برکت ہے اسے ترک نہ کیا کرو“(مسند احمد بن حنبل، 3: 12)۔

حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ سحری کرنے والے پر اللہ کی رحمتیں ہوتی ہیں، ”اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کرنے والوں پر اپنی رحمتیں نازل کرتے ہیں“ (مسند احمد بن حنبل، 3: 12)۔

روزے میں سحری کو بلاشبہ بہت اہم مقام حاصل ہے، روحانی فیوض و برکات سے قطع نظر سحری دن میں روزے کی تقویت کا باعث بنتی ہے، حضور ﷺ نے امت کو تلقین فرمائی ہے کہ سحری ضرور کھایا کرو، خواہ وہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ سحری آخری وقت میں تناول فرمایا کرتے تھے، گویا سحری کا آخری لمحات میں کھانا حضور ﷺ کی سنت ہے، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ”دن کو قیلولہ کر کے رات کی نماز کیلئے مدد حاصل کرو اور سحری کھاکر دن کے روزے کی قوت حاصل کرو“(سنن ابن ماجہ، حدیث: 1693)۔

امام نووی رحمہ اللہ علیہ سحری میں برکت کے فوائد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سحری میں برکت کی وجوہات ظاہر ہیں جیسا کہ یہ روزے کو تقویت دیتی ہے اور اسے مضبوط کرتی ہے، اس کی وجہ سے روزے میں زیادہ کام کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق رات کو جاگنے کے ساتھ ہے اور یہ وقت ذکر اور دُعا کا ہوتا ہے جس میں اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور دُعا اور استغفار کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔

سحری کرنے میں تاخیر اور افطاری کرنے میں جلدی آنحضور ﷺ کا زندگی بھر معمول رہا، جس کے راوی حضرت سہل بن سعدؓ ہیں، وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری امت کے لوگ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ روزہ جلد افطار کرتے رہیں گے“(صحیح مسلم، حدیث: 1098، جامع الترمذی، کتاب الصوم، حدیث: 700)۔

اسی طرح دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اسے نہ رکھے“ (سنن ابی داؤد، 1: 328، کتاب الصوم، حدیث: 2350)

حدیث قدسی ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے پیارے وہ ہیں جو افطار میں جلدی کریں۔(جامع ترمذی، کتاب الصوم، حدیث: 700)، اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس امت کے لوگوں میں یہ دونوں باتیں (یعنی افطار میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرنا) رہیں گی تو اس وقت تک سنت کی پابندی کے باعث اور حدود شرع کی نگرانی کی وجہ سے خیریت اور بھلائی پر قائم رہیں گے۔

سحری میں تاخیر

حضور نبی کریم ﷺ سحری تناول فرمانے میں تاخیر کرتے یعنی طلوع فجر کے قریب سحری کرتے تھے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”مجھے روزہ جلدی افطار کرنے اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا گیا ہے“ (السنن الکبریٰ، 4: 238)۔

آپ ﷺ کا یہ عمل یہودیوں کے برعکس تھا، جن کے ہاں سحری کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا اور وہ افطاری کرنے کے معاملے میں آسمان پر ستاروں کے طلوع ہونے کا انتظار کیا کرتے تھے، حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے، صحابہ کرامؓ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ آفتاب غروب ہوتے ہی افطاری سے فارغ ہو جاتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی افطاری

حضور ﷺ اکثر اوقات کھجوروں سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے، اگر وہ میسر نہ ہوتیں تو پانی سے افطار فرما لیتے تھے، حضرت سلیمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو اسے چاہئے کہ کھجور سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے کیونکہ پانی پاک ہوتا ہے“ (جامع الترمذی، حدیث: 658)۔

معمول قیامِ رمضان

آنحضرت ﷺ کا دوسرا مبارک معمول رمضان کی راتوں میں تواتر و کثرت کے ساتھ کھڑے رہنے اور نماز، تسبیح و تہلیل اور ذکر الٰہی میں محویت سے عبارت ہے، نماز کی اجتماعی صورت جو ہمیں تراویح میں دکھائی دیتی ہے، اسی معمول کا حصہ تھی۔ حضور ﷺ نے رمضان المبارک میں قیام کرنے کی فضیلت کے باب میں ارشاد فرمایا:

"جس نے ایمان و احتساب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک ہو جاتا ہے، جس دن وہ بطنِ مادر سے پیدا ہوتے وقت بے گناہ تھا"(سنن نسائی، 1: 308، حدیث: 2208)۔

تراویح کی شرعی حیثیت

نماز تراویح کا سنت موکدہ ہونا حدیث سے ثابت ہے، آنحضرت ﷺ نے نماز تراویح مسجد میں باجماعت اور انفرادی طور پر گھر میں بھی ادا فرمائی، اس کا باجماعت ادا کرنا سنت کفایہ کے ذیل میں آتا ہے، بصورت دیگر موجودہ نماز تراویح خلفائے راشدین کی سنت بھی ہے، جس نے اجماعِ امت کا درجہ اختیار کر لیا ہے۔

معمول ختم قرآن

"رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے" (البقرہ: 185)، آنحضور ﷺ کا دورانِ رمضان المبارک ایک بار ختمِ قرآن کا معمول تھا اور آپ ﷺ نے امت کو بھی اسی اعتدال پر چلنے کی تعلیم و تلقین فرمائی ہے۔

رمضان المبارک کے دوران نماز تراویح میں کم از کم ایک بار قرآن ختم کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، قرآن حکیم روزانہ کتنی مقدار میں پڑھا جائے؟ اس بارے میں آئمہ و علمائے فقہ کے فتاویٰ موجود ہیں، حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک فی رکعت تراویح میں کم از کم 10 آیات قرآنی کی تلاوت کی جائے، قرآن پاک کی کل آیات تقریباً 6 ہزار ہیں اور ایک ماہ کے دوران ادا کردہ تراویح کی رکعتوں کی تعداد 600 بنتی ہے، اس حساب سے اگر روزانہ 10 سے 12 آیتیں تلاوت کی جائیں تو بآسانی ماہ رمضان المبارک میں ایک قرآن ختم ہو سکتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ اس سے زیادہ قرآن پاک پڑھنے کے حق میں تھے اور وہ روزانہ 20 سے 25 آیات تک تلاوت کرنے کے قائل تھے۔

معمول تہجد

رمضان المبارک کے دوران حضور اکرم ﷺ کی نماز تہجد کی ادائیگی کے بارے میں معمول مبارک یہ تھا کہ آپ ﷺ نماز تہجد میں 8 رکعت ادا فرماتے، جس میں وتر شامل کر

کے کل 11 رکعتیں بن جاتیں، تہجد کا یہی مسنون طریقہ آپ ﷺ سے منسوب ہے، آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم پر رات کا قیام (نماز تہجد) لازمی ہے کیونکہ صالحین کا یہ عمل رہا ہے" (سنن الترمذی، حدیث: 3549)، نماز تہجد کیلئے نماز عشاء کے بعد کچھ سونا شرط اور مسنون ہے، یہی عمل افضل و مستحب ہے، جو سنتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سنتِ صالحین سلف سے ثابت ہے، بغیر نیند کے نماز تہجد کا ادا کرنا مکروہ ہے۔

کثرتِ صدقات و خیرات

حضور نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ صدقہ و خیرات کثرت کے ساتھ کیا کرتے تھے، کوئی سوالی ان کے در سے خالی نہیں لوٹتا تھا، رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات کی مقدار باقی مہینوں کی نسبت اور زیادہ بڑھ جاتی، اس ماہ صدقہ و خیرات میں اتنی کثرت ہوجاتی کہ ہوا کے تیز جھونکے بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکتے، حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ: "جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جاتا تو آپ ﷺ کی سخاوت کا مقابلہ تیز ہوا بھی نہ کر پاتی" (صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث: 1803)۔

معمول اعتکاف

رمضان المبارک میں حضور نبی کریم ﷺ بڑی باقاعدگی کے ساتھ اعتکاف فرمایا کرتے تھے، زیادہ تر آپ ﷺ آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے، کبھی کبھار آپ ﷺ نے پہلے اور دوسرے عشرے میں بھی اعتکاف فرمایا لیکن جب آپ ﷺ کو مطلع کر دیا گیا کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرے میں ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیشہ آخری عشرے میں ہی اعتکاف فرمایا، حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کے معمولِ اعتکاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے" (صحیح البخاری: 1922)۔

اعتکاف میں انسان دنیاوی معاملات سے علیحدگی اختیار کر کے خدا کی رضا کی تلاش میں گوشہ تنہائی اختیار کرتا ہے، صوفیاء کرام اور اولیاء کرام حضور نبی کریم ﷺ کی اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی میں چلہ کشی کے عمل کو اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ اس عمل کے ذریعے خدا کو راضی کر سکیں اور تزکیہ نفس کے مقام کو حاصل کر سکیں۔

وظیفہ سورۃ الکوثر

وظیفہ برائے کثرتِ رزق ورحمت وکثرتِ خیرات وبرکات

ہر قسم کی خیر وبرکت، رزق ورحمت کی کثرت اور انعاماتِ الٰہیہ کے لئے یہ وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ۔ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ۔ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ۔

11 بار، 40 بار یا 100 بار پڑھیں۔

اول و آخر **11,11** مرتبہ درود شریف اور 11,11 مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اس وظیفہ کا بہتر وقت بعد از نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے، بعد نماز عصر غروبِ آفتاب سے پہلے یا بعد نماز عشاء سونے سے پہلے ہے۔

اس وظیفہ کو کم از کم **40** دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

وظیفہ سورۃ الکافرون

وظیفہ برائے رغبت و ذوقِ عبادت

عبادت گذاری اور اس میں رغبت اور ذوق وشوق کے لئے یہ وظیفہ مفید اور مؤثر ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ۔ لَاۤ اَعۡبُدُ مَا تَعۡبُدُوۡنَ۔ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ۔ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ۔ وَ لَاۤ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَاۤ اَعۡبُدُ۔ لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ وَلِیَ دِیۡنِ

فضیلت:

سورۃ قُلۡ یٰۤاَیُّہَا الۡکٰفِرُوۡنَ کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔اس کی تلاوت سے شرک سے نجات نصیب ہوتی ہے اور توحید میں پختگی آتی ہے۔

40 مرتبہ یا حسب ضرورت **100** مرتبہ پڑھیں۔

اوّل و آخر **11,11** مرتبہ درود شریف اور **11,11** مرتبہ استغفار پڑھیں۔

اس وظیفہ کو کم از کم **40** دن یا حسب ضرورت جاری رکھیں۔

"The Female Force: Women as Catalysts for Social and Community Development"

Hadia Saqib Hashmi
(Research Associate-ICRIE)

INTRODUCTION

In the contemporary global discourse on gender equality and empowerment, the role of women in society receives significant attention. International Women's Day serves as a focal point for reflecting on women's achievements and the challenges they continue to face in striving for equality. This commemoration not only highlights the importance of women's roles across various sectors of society but also underscores the need for a nuanced understanding of women's empowerment within different cultural and religious contexts. The Islamic perspective on women's empowerment, often perceived through a monolithic lens, offers a rich historical and theological foundation supporting the dignity, respect, and rights of women. This article aims to explore the multifaceted roles of women in Islamic history, their contributions to social and community development, and the contemporary challenges and opportunities they face, all within the framework of Islamic teachings and societal dynamics.

HISTORICAL CONTEXT

The role of women in Islamic history is both profound and diverse. From the earliest days of Islam, women have played crucial roles in its spread and establishment. Notable female figures such as Khadijah bint Khuwaylid, the first wife of Prophet Muhammad and the first believer in his prophethood, and Aisha bint Abi Bakr, a scholar, military leader, and transmitter of Hadith, exemplify the varied capacities in which women have contributed to Islamic society. These historical precedents set a foundation for understanding the potential for women's active participation in societal development within an Islamic framework.

WOMEN AS CATALYSTS FOR SOCIAL DEVELOPMENT

EDUCATION AND KNOWLEDGE DISSEMINATION

In Islamic history, women have been pivotal in the dissemination of knowledge. The establishment of educational institutions by women, such as the Al-Qarawiyyin Mosque and University in Fez, Morocco, founded by Fatima al-Fihri in 859 CE, underscores the role of women in promoting education and literacy. In contemporary times, women continue to contribute significantly to the fields of education, science, and technology, challenging stereotypes and inspiring future generations.

ECONOMIC DEVELOPMENT AND ENTREPRENEURSHIP

Women's contributions to economic development and entrepreneurship within Islamic contexts highlight their ability to navigate and excel in business and commerce. This not only includes modern examples of female entrepreneurs in Islamic countries but also historical instances where women engaged in trade and property management. Such activities demonstrate the economic agency of women and their impact on community prosperity.

LEADERSHIP IN SOCIAL AND COMMUNITY SERVICES

Women's leadership in social and community services within Islamic societies reflects their integral role in addressing social challenges, providing healthcare, and advocating for educational and social reforms. Their involvement in these areas is crucial for holistic community development and aligns with Islamic principles of social justice and community welfare.

WOMEN AS CATALYSTS FOR COMMUNITY DEVELOPMENT

FAMILY AND COMMUNITY WELFARE

In Islam, the family is considered the cornerstone of society. Women's roles in nurturing and managing family welfare directly contribute to the stability and development of the broader community. Their efforts in education, healthcare, and economic management within the household have far-reaching impacts on community resilience and progress.

PEACEMAKERS AND MEDIATORS

Women's roles as peacemakers and mediators in community conflicts are increasingly recognized. Drawing upon principles of compassion and empathy emphasized in Islam, women have been instrumental in conflict resolution and peacebuilding efforts, both within communities and in broader geopolitical contexts.

ADVOCACY FOR SOCIAL JUSTICE AND RIGHTS

The advocacy for social justice and rights is a significant area where Muslim women have made substantial contributions. Guided by Islamic principles advocating for justice, equality, and dignity for all individuals, women have been at the forefront of movements for social change, challenging injustices and advocating for the rights of marginalized groups within their communities.

ISLAMIC PERSPECTIVES ON WOMEN'S EMPOWERMENT

The Islamic tradition provides numerous examples supporting the empowerment and active participation of women in society. Quranic verses and Hadiths emphasize the equality of all believers, regardless of gender, and advocate for women's education, property rights, and participation in social and economic life. This theological support challenges common stereotypes and misconceptions about women's roles in Islam and highlights the religion's foundational support for gender equality.

CHALLENGES & OPPORTUNITIES

Despite the progress and achievements, women in Islamic societies face ongoing challenges, including cultural barriers, economic disparities, and political constraints. However, these challenges also present opportunities for further empowerment and participation. Education, policy reforms, and grassroots activism are pivotal in advancing women's roles and addressing systemic barriers to equality.

CONCLUSION

The exploration of women's roles and empowerment in Islamic contexts reveals a complex and dynamic landscape shaped by historical precedents, religious teachings, and contemporary challenges. While significant strides have been made in recognizing and enhancing women's contributions to society, ongoing efforts are required to address persistent inequalities and ensure that women can fully participate in all aspects of life. In fostering a deeper understanding of the Islamic perspective on women's empowerment, it is possible to challenge misconceptions, celebrate achievements, and work towards a more inclusive and equitable future.

خصوصی ہدایات برائے معتکفین
معتکفات شہرِ اعتکاف 2024ء

بحمد اللہ تعالیٰ اس سال بھی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی کی سرپرستی میں اور محترم ڈاکٹر حسن محی الدین القادری و محترم ڈاکٹر حسین محی الدین القادری کی معیت میں جامع المنہاج بغداد ٹاؤن، ٹاؤن شپ لاہور میں 31 واں سالانہ شہر اعتکاف آباد ہو رہا ہے۔ جسے حرمین شریفین کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اعتکاف ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ شہر اعتکاف تحریک منہاج القرآن کی پہچان ہے۔ وہ ہزارہا خوش نصیب معتکفین اور معتکفات جو امسال اس سعادت سے فیض یاب ہوں گے ان کیلئے مرکز کی جانب سے خصوصی ہدایات دی جا رہی ہیں۔ جملہ معتکفین اور معتکفات پر اِن ہدایات کی پابندی لازمی ہو گی۔ نیز تنظیمات جن معتکفین اور معتکفات کو لے کر آئیں گی اُن سے ان ہدایات پر عمل درآمد کروانا لازم ہو گا۔ جملہ تنظیمات، رفقاء و کارکنان اعتکاف کو کامیاب بنانے کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

1۔ اعتکاف گاہ میں آنے سے پہلے کرنے والے کام

ا۔ اعتکاف کی سعادت حاصل کرنے کے خواہشمند خواتین و حضرات پریشانی سے بچنے کے لئے بروقت ایڈوانس بکنگ کروالیں۔ بکنگ پہلے آیئے پہلے پایئے کی بنیاد پر ہو گی۔ اعتکاف گاہ میں گنجائش کے مطابق بکنگ کی جائے گی اور جگہ کی تنگی کے باعث تنظیمات کو کوٹہ الاٹ کیا جائے گا۔ معتکفات کی مطلوبہ تعداد مکمل ہونے پر بکنگ بند کر دی جائے گی۔ اعتکاف کی بکنگ کیلئے مقامی تنظیم سے رابطہ کریں۔

۲۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ سے قبل رجسٹریشن کو یقینی بنائیں۔

۳۔ ضروری سامان ہمراہ لے کر آئیں۔
۴۔ حاملہ خواتین اور 3 سال سے کم عمر بچوں کو اعتکاف گاہ میں آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔
۵۔ کتب اور خطابات کے میموری کارڈز کی خریداری کیلئے رقم ساتھ لائیں اور خود اس کی حفاظت کا اہتمام کریں۔
۶۔ اگر کوئی بیماری ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ اور مکمل ریکارڈ ساتھ رکھیں۔
۷۔ ذمہ داریاں سرانجام دینے کی صلاحیت کی حامل خواتین کو تیار کر کے لائیں۔
۸۔ مقامی تنظیم کے ذریعے قبل از وقت مرکز کو اطلاع کریں تاکہ انتظامات بہتر ہو سکیں۔
۹۔ سکیورٹی کے پیش نظر اصل قومی شناختی کارڈ ہمراہ لائیں، فوٹو کاپی قابل قبول نہیں ہوگی۔
۱۰۔ جملہ معتکفات اپنے کوپن کے ساتھ اپنی پاسپورٹ سائز تصویر attatch کریں گے جسے وہ اپنے سینے پر آویزاں کریں گے۔ اس کی پابندی کرنا ہر ایک پر لازم ہوگا۔

2۔ اعتکاف گاہ میں آتے وقت

۱۔ بروقت آمد (ہجوم اور پریشانی سے بچنے کیلئے 20 رمضان المبارک کی صبح ہی تشریف لے آئیں)
۲۔ سکیورٹی اور انتظامیہ سے بھرپور تعاون کریں۔
۳۔ ہر شخص اپنی اور اپنے سامان کی خود چیکنگ کروائے۔
۴۔ اعتکاف گاہ میں داخلہ ٹوکن کے بغیر نہ ہوگا۔ لہٰذا ایڈوانس بکنگ والے احباب اپنا ٹوکن ہمراہ لائیں۔
۵۔ موبائل فون اور قیمتی اشیاء کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کریں۔ نیز رجسٹریشن کارڈ، ID کارڈ اور دیگر قیمتی اشیاء کے لیے ایک چھوٹا بیگ جیسا عمرہ و حج کے دوران زائرین استعمال کرتے ہیں، ہمراہ لائیں۔
۶۔ موبائل لانے سے اجتناب کریں، ضروری رابطہ کے لئے PCO کی سہولت دستیاب ہوگی۔
۷۔ شہر اعتکاف میں موبائل فون کے استعمال سے معتکفات ڈسٹرب ہوتی ہیں جس سے یکسوئی متاثر ہوتی ہے نیز موبائل فون گم ہونے کی صورت میں انتظامیہ ذمہ دار نہیں ہوگی، آپ خود خیال رکھیں۔

نوٹ: انتظامیہ سے ہر ممکن تعاون فرمائیں تاکہ انتظامیہ آپ کو بہتر سے بہتر سہولیات فراہم کر سکے۔

3۔ دورانِ اعتکاف

۱۔ معتکفین اور معتکفات پر انتظامیہ کے ساتھ ہر قسم کا تعاون لازم ہو گا۔
۲۔ فیس ماسک لگانا ضروری ہو گا۔
۳۔ کسی قسم کی شکایت کی صورت میں اپنے ہال انچارج سے رابطہ کریں۔ ہر بلاک میں انتظامیہ کا ڈیسک موجود ہو گا تاکہ آپ کا مسئلہ فوری طور پر حل ہو سکے۔
۴۔ ڈسپلن کے لیے ضروری ہے کہ ہر معتکفہ کے پاس جس ہال کا کارڈ ہے، وہ وہیں رہ سکتی ہے۔ دوسرے ہال میں جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ آسانی کے لیے ہر ہال کے کارڈ کا نام اور رنگ دوسرے ہال سے مختلف ہے۔
۵۔ آرام کے وقت آرام ضرور کریں تاکہ اگلے دن Fresh ہو کر معمولات سرانجام دے سکیں۔
۶۔ دیگر معتکفین اور معتکفات بالخصوص بزرگوں کا خیال رکھیں اور اعتکاف گاہ میں موجود سہولیات کے لئے بزرگوں کو ترجیح دیں۔
۷۔ مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور قربِ الٰہی بغیر مشکلات اور صبر کے ممکن نہیں، اس لیے دس روز پیش آنے والی مشکلات کو صبر و تحمل سے برداشت کریں کیونکہ روزے سے برداشت اور صبر کا سبق ملتا ہے۔
۸۔ کسی مسئلہ کے حل نہ ہونے پر پریشانی کی صورت میں شور شرابہ اور ماحول خراب کرنے کے بجائے انتظامیہ سے رابطہ کریں۔
۹۔ شیڈول کے مطابق نظام پر بہر صورت عمل کریں۔
۱۰۔ قرآن و حدیث کی روشنی بکھیرتا ہوا قائد محترم کا خطاب ہی حاصلِ اعتکاف ہے اس کو کسی قیمت پر Miss نہ کریں۔
۱۱۔ اعتکاف ایک ایسی سنت ہے جس میں اس کی روح کو مدنظر رکھنا لازمی امر ہے۔ لہذا اعتکاف میں تفریح کیلئے نہ آئیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے حصول اور گناہوں سے توبہ کیلئے اعتکاف کریں اور اسکے جملہ تقاضے پورے کریں۔
۱۲۔ ایک دوسرے سے حسنِ سلوک سے پیش آئیں نیز عملی طور پر باہمی مدد، خدمت و قربانی کے جذبے کے ساتھ اعتکاف میں آئیں۔ ۱۳۔ اپنے سامان کی خود حفاظت کریں۔
۱۴۔ جن احباب کے ساتھ خواتین بھی آئیں وہ احباب، خواتین اعتکاف گاہ میں ملنے کیلئے جانے یا

فون کرنے سے اجتناب کریں۔

۱۵۔ صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ کوڑا کرکٹ؛ وضو خانہ اور باتھ روم کی جگہ نہ پھینکیں بلکہ کوڑے والے ڈرم میں پھینکیں۔

۱۶۔ سیکیورٹی کے پیش نظر اپنے ارد گرد کے ماحول اور افراد پر کڑی نظر رکھیں۔ کسی بھی مشکوک فرد یالاوارث سامان/شاپنگ بیگ، تھیلا وغیرہ دیکھنے کی صورت میں فوری انتظامیہ کو اطلاع کریں۔

۱۷۔ انتظامیہ کی طرف سے جاری فیڈ بیک پروفارمہ اور کوائف فارم ضرور پر کریں۔

۱۸۔ دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کریں۔ ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے گردو نواح کی معتکفات کو کسی قسم کی تکلیف پہنچے۔

۱۹۔ آپ اپنی زکوٰۃ و عطیات اور فطرانہ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے کیمپ پر جمع کروا سکتے ہیں۔

۲۰۔ معتکفات اپنے بلاک کے حلقے میں رہیں، صرف نماز کی ادائیگی و خطاب سننے کے لئے پنڈال میں تشریف لائیں۔

4۔ واپسی

ا۔واپسی کیلئے ٹرانسپورٹ کا بندوبست بروقت کریں اور منتظمین کو اپنی ڈیمانڈ 26 رمضان المبارک تک فراہم کردیں۔

۲۔ اپنا مکمل سامان ساتھ لے کر جائیں (شیخ الاسلام کی کتب اور خطابات زیادہ سے زیادہ اپنے ہمراہ لے کر جائیں)۔

۳۔ اپنی آسانی کے لئے دوسروں کیلئے مشکلات پیدا نہ کریں۔

۴۔ اپنے حلقے کی صفائی ضرور کرکے جائیں کیوں کہ عید کے فوراً بعد کالج کی طالبات نے تعلیم کیلئے یہاں آنا ہے۔

خرم نواز گنڈا پور (ناظم اعلیٰ و سربراہ شہر اعتکاف)
0301-5140075
محمد جوّاد حامد (نائب ناظم اعلیٰ ایڈمنسٹریشن و اجتماعات و سیکرٹری شہرِ اعتکاف)
(0315-3653651, 042-35163843)
سدرہ کرامت علی (سربراہ ویمن اعتکاف)
(0300-7898299, 0334-7529223, 0317-4383705)

Highlights
An-Nasiha Camp (2024) Canada

Dr Ghazala Qadri engaged with the participants of An-Nasiha Camp in a meaningful and enriching interaction.

محترمہ فضہ حسین قادری کی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 73 ویں سالگرہ کی مناسبت سے
منہاج کالج برائے خواتین لاہور میں بزم منہاج کے زیرِ اہتمام قائد ڈے تقریب میں شرکت و گفتگو

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM MAR-2024
LAHORE
Regd CPL No.45

Minhaj University Lahore

ADMISSIONS
Spring 2024

- ADP
- BS
- BS 5th Semester
- M.Phil

SCHOLARSHIP FOR EVERY 3rd STUDENT
150+ MARKET ORIENTED PROGRAMS
World Ranked GREEN CAMPUS
Centrally located
HOSTELS
16 STUDENTS CLUBS
SPORTS

APPLY ONLINE
admission.mul.edu.pk
03 111 222 685 | 042 35145629